عذابِ قبر

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ یَہُوْدِیَّۃً دَخَلَتْ عَلَیْہَا فَذَکَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَہَا اَعَاذَکِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَاَلَتْ عَائِشَۃُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ۔ قَالَتْ عَائِشَۃُ فَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰی صَلٰوۃً اِلَّا تَعَوَّذَ بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔[متفق علیہ]

’’حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک یہودی عورت میرے پاس آئی اور عذابِ قبر کا ذکر کیا۔ اور (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے کہا تمہیں اللہ عذاب قبر سے پناہ دے۔ حضرت عائشہ نے اس کی بابت آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا: ہاں، عذابِ قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس کے بعد ہمیشہ آنحضرت ﷺ کو دیکھا وہ عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔‘‘

دین کے بنیادی اصول⑭

اصول نمبر 15:...... وَالْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ وَلَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ،وَلَايَضْعُفُ اَنْ يَّقُوْلَ:لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ، قَالَ فَاِنَّ كَلَامَ اللّٰهِ لَيْسَ بِبَائِنٍ مِنْهُ،وَلَيْسَ مِنْهُ شَيْءٌ مَخْلُوْقٌ، وَاِيَّاكَ وَمُنَاظَرَةَ مَنْ اَحْدَثَ فِيْهِ،وَمَنْ قَالَ بِاللَّفْظِ وَغَيْرِهٖ،وَمَنْ وَقَفَ فِيْهِ فَقَالَ:لَااَدْرِی،مَخْلُوْقٌ اَوْلَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ،وَاِنَّمَاهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ، فَهٰذَا صَاحِبُ بِدْعَةٍ مِثْلُ مَنْ قَالَ هُوَمَخْلُوْقٌ۔ وَاِنَّمَاهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ لَيْسَ بِمَخْلُوْقٍ۔

''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور مخلوق نہیں۔ یہ کہنے سے کمزوری نہ دکھائے کہ ''یہ مخلوق نہیں۔'' (امام احمد) فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا کلام اس سے الگ نہیں، نہ اس کی کوئی چیز مخلوق ہے، جو اس (عقیدہ) میں (سنت چھوڑ کے) نئی راہ اپنائے اس سے مناظرہ سے بچو۔ جو کہے: قرآن کا لفظ یا غیر لفظ (معنی) مخلوق ہے، اور جو اس میں توقف اختیار کر کے کہے: ''مجھے معلوم نہیں آیا وہ مخلوق ہے یا نہیں، البتہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔'' ایسا شخص بھی بدعتی ہے بالکل اسی کی طرح ہے جو کہتا ہے: ''یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔'' درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔''

شرح: قرآن کے متعلق مناظرے سے بچنے کا حکم ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

''قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔'' [سنن ابوداؤد:۴۶۰۳۔ مسند احمد:۳۰۰/۲]

جن مسائل کے بارے میں پہلے اور بعد والے علماء نے گفتگو کی ان میں قرآن بھی ہے، اہل السنۃ کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کی دلیل فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ اَحَدٌمِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ﴾ [التوبہ:٦]

''اگر کوئی مشرک آپ ﷺ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتی کہ وہ کلام اللہ سن لے۔''

حافظ ابن کثیر اس آیت کریمہ کا معنی ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: ''حتی کہ وہ کلام اللہ یعنی آیات قرآنیہ سنیں جو تم انہیں پڑھ کر سناؤ گے۔'' اس بارے میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے دل پر اسے نازل فرمایا، حقیقتاً یہ اللہ تعالیٰ نے بولا ہے اور اسے لوحِ محفوظ میں لکھنے کا حکم دیا، اسی طرح اس کو صحیفوں اور مصاحف میں لکھنے کا حکم دیا، اس طریقے سے یہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ معتزلہ اور اباضیہ نے اس کا انکار کیا جو عمان وغیرہ کے علاقے میں رہتے ہیں، وہ کہتے ہیں: یہ مخلوق ہے، وہ اسے بھی دوسری تمام مخلوقات کی طرح سمجھتے ہیں۔

فہرست

باقی ماندہ ثمرات

اداریہ حافظ احمد شاکر

سیاست دان عوام سے ان کی فلاح، بہبود، امن اور بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے ووٹ مانگتے بلکہ اینٹھتے ہیں اور جمہوریت کی تلاش اور بازیابی کی جدوجہد بھی اسی عنوان پر کرتے ہیں کہ بی جمہوریت جوں ہی ہاتھ آئی وطن اور قوم کے سارے دلدر دور ہو جائیں گے۔ خلائی حکومت نے چکمہ دے کر جب دین کے عنوان پر مجلس عمل کی تشکیل کی تو اس میں منبر ومحراب کی عظیم الجثہ اور بلند کلاہ شخصیات کی بابرکت شرکت سے اس کو منور اور متشرع کیا گیا تھا۔ ان دنوں خلائی حکم رانوں کا ہدف معتوبِ جمہوریاں ضیاء الحق مرحوم کی سولہویں ترمیم تھی جس کو ختم کر کے سترہویں ترمیم کے ذریعہ حقیقی جمہوریت نے بحال ہو جانا اور عوام کے لیے خوش حالی کی بارش اور دودھ وشہد کی نہریں وطن میں جاری ہو جانا تھیں۔ وقت کے فراعنہ مجلس عمل نام کے پینٹ برش سے نیو ورلڈ آرڈر کے مقاصد کو خلائی حکم ران کی مدد سے جب ڈھانپ دینے میں کامیاب ہو گئے تو مجلس عمل پینٹ سے لتھڑے برش کی طرح جام یعنی بے عمل ہو گئی کہ طاغوت عوام کو اہل دین کے ہاتھوں اسلام کے نام سے غچہ دینے میں پھر کامیاب ہو چکا تھا۔ بدلتے ہوئے عالمی سیاسی حالات کے پیش نظر اور مسلم دشمنی کے وسیع تر مقاصد کی خاطر عالمی طاغوت نے نئے پینٹ کی جب ضرورت محسوس کی تو ''عوام کی آواز'' خلائی دور کی ناگزیر جمہوری ضرورت سترہویں ترمیم مورد طعن بنا کر اٹھارہویں ترمیم کا اس پر پینٹ کر دیا گیا جس کے پاس ہونے پر خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے ہیں، اس کا اعلان جناب صدر کے اُس صدارتی خطاب میں، جو کہ ہر صدر پاکستان نے ایک سال بعد مشترکہ ایوان میں کرنا ہوتا ہے، کیا گیا۔ عوام عوامی جمہوری حکومت کے صدارتی خطاب کے شدت سے منتظر بلکہ خوش گمان انتظار میں تھے کہ شاید عوامی جمہوری حکومت کے صدر عوام کالانعام کی پشت سے مہنگائی یعنی ایندھن، خوراک، ادویات کی قیمتوں کا کچھ بوجھ ہلکا کر کے اٹھارہویں ترمیم کے کچھ ثمرات سے عوام کو بھی سرفراز فرمائیں گے لیکن ع اے بسا کہ آرزو خاک شدہ، والی بات بن گئی۔ جس سے ثابت ہو گیا آئین کی ترامیم کے فوائد صرف قوم کے ''خادمین'' کا ہی حق ہیں کہ ان بے چاروں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات کی ضرورت ہوتی اور عوام کی خدمت کے باقی ماندہ ثمرات پانے کے لیے ان کا اقتدار میں ہمیشہ رہنا ان کی ہیشگی یا ان کا بار بار آنا بہت ضروری ہے۔

باقی رہے عوام تو ان کو جب چاہا چارے کا گٹھا دے کر سیاست کے تانگے میں پھر جوتا جا سکتا ہے۔ عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی اٹھارہویں ترمیم کی جو اہم باتیں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ ان میں سے ایک صوبہ سرحد...... جس کے نام کی کوئی عقلی اور معاشرتی توجیہہ کی جا سکتی ہے...... کے نام کی تبدیلی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اے۔ این۔ پی کے بزرگ سیاست دان کی اس امریکہ یاترا کا ثمرہ جو بش کے دور میں انہوں نے ذاتی طور پر کی تھی جس کے بعد سے سرائیکی یا صوبہ بہاولپور کی بھرپور تحریک شروع کی جا چکی ہے اور اس نام کی منظوری کے بعد اہل ہزارہ بھی اپنے حقوق کے نام پر کھڑے ہو چکے بلکہ مشتعل ہو رہے ہیں۔ ابھی اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے کہ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

دوسرا اس میں صدارتی اختیارات وزیر اعظم کو سونپ دیئے گئے ہیں یہ تو وہی ہوا کہ بھینس بھینس کی سہیلی ہوتی ہے عوام کو اس سے کیا ملا؟

تیسرا ججز کے تقرر وانتخاب میں...... بہ ظاہر...... مثبت تبدیلی! یہ بھی عوام کی عقل سے بالا چیز ہے۔

چوتھا عدالت عظمیٰ پر این۔ آر۔ او کے فیصلے پر عمل درآمد! چاند چڑھے گا تو دنیا دیکھ لے گی۔

اور پانچویں بات تیسری بار وزیراعظم بننے پر پابندی کا اختتام اس کے مبارک باد کے مستحق وہ متوالے ہوسکتے ہیں جن کے شجر اقتدار سے پیوستہ رہ کر بہار کی امید میں دن گزرتے اور راتیں اختر شماری کرتے گزرتی ہیں۔

............کیا جواب ہوگا؟

عوام اس وقت لوڈ شیڈنگ، مہنگائی، بے روزگاری......اور اس کے نتیجے میں......لوٹ مار، بدامنی اور خودکشیوں کے عذاب سے دوچار ہیں اور ایک بہت بڑا عذاب جسے ہم عذاب نہیں سمجھتے جس کے نتیجے میں مذکورہ بالا عذابوں میں ہم گھر چکے ہیں وہ ہے بے حیائی اور فحاشی کا عذاب، جو کلچر اور تفریح کے خوش کن ناموں سے ہمارے گھروں میں سرایت کر چکا ہے۔اور ہم اس زہر کو بہ رضا و رغبت اپنے اور اپنی اولاد کے خون میں اتار رہے ہیں۔ جب کہ وطن عزیز میں اس وقت سب سے بڑا اور اندوہناک عذاب لوڈ شیڈنگ کا ہے۔عوام کالانعام تو اس کو بھی ۱۸ویں ترمیم ہی کا حصہ سمجھنے لگے ہیں کہ پہلے لوڈ شیڈنگ کا وقت جانا جاتا تھا۔اب ایک دوسرے سے پوچھا جانے لگا ہے کہ بجلی کتنے گھنٹے آئے گی۔معلوم یہ ہوتا ہے کہ چند خودغرض افراد ......جو حکمران اور حکمران جمع سیاست دان بھی ہوسکتے...... ہیں جن کو ملک اندھیروں میں رکھنا، صنعت تباہ کرنا، تجارت ختم کرنا اور بے روزگاری بڑھانا تو گوارہ ہے لیکن اپنے مفادات......قربان کرنا نہیں......چھوڑنا گوارا نہیں، جس کی دلیل نہیں دلائل یہ ہیں کہ

⊙......یہ بات تو تاریخ کا حصہ بن چکی ہے کہ سابق صدر فاروق لغاری نے اپنے دور وزارت میں کم خرچ پن بجلی گھروں کی تجویز دی تھی جو چند دن اخباروں میں گھوم پھر کر کسی سرد خانے میں اس طرح چلی گئی کہ اب اس کا ذکر بھی کبھی نہیں سنا۔

⊙......پھر کوئلے سے بجلی پیدا کرنے کا ذکر بھی کبھی کبھار آتا رہا وہ کبھی سرخ فیتہ میں کھو جاتا ہے اور کبھی اس کا تذکرہ اخبارات میں پھر آنے لگتا ہے لیکن پرنالہ ابھی تک وہیں ہے۔

⊙......ایران نے سستی بجلی کی پیش کش کی جس کو قبول کرنے کی اب تک کوئی مثبت خبر نظر نہ آئی۔

⊙......چین اور روس کی نوآزاد شدہ ریاستوں میں سے کسی ریاست کی جانب سے توانائی میں تعاون کی خبروں سے کچھ دن اندھیروں میں جھلمل ہوتی رہی اور پھر وہ بھی گل ہوگئی یا کر دی گئی۔

⊙......اب اگلے دن ایک کالم نویس نے سستے داموں بجلی دینے والے ملک کے نمائندے سے ایک وزیر کی گفتگو کی ایک ایسی افسوسناک اطلاع نقل کی جسے پڑھ کر یہ حدیث مبارک یاد آ گئی کہ ’’آدم کے بیٹے کے خلا......یعنی پیٹ......کو صرف......قبر کی......مٹی ہی بھر سکتی ہے۔‘‘ عوام میں یہ چہ مے گوئیاں بھی جاری ہیں کہ کہیں لوڈ شیڈنگ کی آزمائش سے پنجاب کو قصداً تو دوچار نہیں کیا جا رہا؟ کیوں کہ سیالکوٹ کھیل و سرجری کے آلات کا مرکز، گجرات پنکھا سازی کا گڑھ، گوجراں والا کپڑا اور سینٹری کے سامان کا گھر، ملتان کی کھادملیں اور فیصل آباد جہاں دھاگے کی صنعت کے علاوہ انصاف گروپ، اتحاد گروپ اور ستارہ گروپ جیسے کپڑے اور کیمیکل ساز ادارے دنیا بھر میں مشہور ہیں ان صنعتوں کے پنجاب میں ہونے کی سزا دی جا رہی ہو؟ کہ یہ صنعتیں پنجاب میں کیوں ہیں؟ یہ بھی حقیقت ہے کہ بجلی کے باقاعدہ بل بھی تقریباً اہل پنجاب ہی دیتے ہیں۔اور اب لوڈ شیڈنگ، بے روزگاری کا عفریت بھی پنجاب میں ہی پھنکارتا رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ بے روزگاری کے ساتھ ساتھ خودکشیوں کا تناسب بھی شاید پنجاب ہی میں زیادہ ہے۔لہٰذا خادم پنجاب سے ترجیحاً ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ عوام کے دیگر ترقیاتی کاموں کی اہمیت اپنی جگہ لیکن پنجاب تک توانائی پہنچانے کا فی الفور انتظام کریں تاکہ اہل پنجاب بھوک، افلاس اور بے روزگاری سے نجات پا سکیں کہ پنجاب کی رعیت کے آپ ہی مسئول ہیں۔غربت کے سبب خودکشیوں کا اگر اللہ تعالیٰ نے آپ سے سوال کر دیا تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ اس مرتبہ آپ کا عمل اور کردار ماضی سے مختلف محسوس کیا جا رہا ہے اور آپ کا خوف مسئولیت نمایاں نظر آتا ہے اللہ کرے کہ یہ گمان صحیح ہو۔

﴿درسِ قرآن﴾

سورۃ البقرۃ ⑫

...... اردو ترجمہ ......
حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رحمہ اللہ
م:۱۲۳۰ھ

...... حواشی ......
①......احادیث التفاسیر
مولانا حافظ حمید اللہ میرٹھی رحمہ اللہ ـ م:۱۳۳۰ھ
②......احسن الفوائد
مولانا سید احمد حسن صاحب دہلوی رحمہ اللہ ـ م:۱۳۳۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔''

﴿وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ج وَ مَا
كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ
السِّحْرَ ق وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ
مَارُوْتَ ط وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ
فَلَا تَكْفُرْ ط فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ
زَوْجِهٖ ط وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَ
يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ط وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ
اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ قف وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ
اَنْفُسَهُمْ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (١٠٢) وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا
لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (١٠٣) يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ط وَ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (١٠٤) مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ
رَّبِّكُمْ ط وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ اللّٰهُ ذُو
الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (١٠٥) مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ
بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ط اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
(١٠٦) اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط وَ
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ (١٠٧) اَمْ تُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ط وَ مَنْ
يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ (١٠٨) وَدَّ
كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ م بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ
كُفَّارًا صلے ج حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ
الْحَقُّ ج فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (١٠٩)﴾

''اور اس علم کے پیچھے لگے جو سلیمان کی سلطنت میں شیطان پڑھتے ہیں، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے اور وہ جو بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر اُترا، اور وہ کسی کو نہ سکھاتے جب تک نہ کہتے کہ ہم تو آزمانے (آزمائش) کو (آئے) ہیں سو تو کافر مت ہو پھر جس چیز سے مرد اور اس کی عورت میں جدائی ڈالتے ہیں (وہ) ان سے سیکھتے اور وہ اللہ کے اذن (کے) بغیر کسی کا (کچھ) نہیں بگاڑ سکتے، اور جس سے ان کو نقصان ہے (لیکن) نفع نہیں (وہ) سیکھتے ہیں اور (وہ) جان چکے ہیں کہ جو کوئی اس کا خریدار ہے اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس پر اپنی جان کو بیچا بہت بری چیز ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی۔ اور اگر وہ یقین لاتے اور پرہیز رکھتے تو اللہ کے ہاں سے بہتر بدلا تھا اگر ان کو سمجھ ہوتی۔ ❶ (۱) اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو اور انظرنا کہو اور سنتے رہو اور منکروں کو دکھ کی مار ہے۔ ❷ (۲) ان لوگوں کا دل نہیں چاہتا جو کتاب والوں میں منکر ہیں اور شرک والوں میں یہ کہ تم پر تمہارے ربّ (کی طرف) سے کچھ نیک بات اترے اور اللہ اپنی مہربانی سے جس کو چاہے خاص کرتا ہے اور اللہ بڑا افضل رکھتا ہے۔ جو ہم کوئی آیت موقوف کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر پہنچاتے ہیں کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ❸ (۳) کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددوالا نہیں۔ کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال شروع کرو جیسے پہلے موسیٰ سے سوال ہو چکے ہیں ❹ اور جو کوئی یقین کے بدلے انکار لے وہ سیدھی راہ سے بھولا (ہے) ❺ (۴) کتاب والوں کا بہت دل چاہتا ہے (کہ) کسی طرح مسلمان ہونے (کے بعد) تم کو پھیر کر کافر کر دیں اپنے اندر سے حسد کر کے ❻ اس کے بعد کہ ان پر حق کھل چکا سو تم درگزر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک اللہ اپنا حکم بھیجے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔'' ❼ (۵)

احسن الفوائد

❶ : یعنی یہود نے اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ دیا اور لگے تلاش میں اعمالِ سحر کے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے آیا ہے۔

ایک حضرت سلیمان کے عہد میں آدمی اور شیطان ملے رہتے تھے اُن شیطانوں سے سیکھا وہ یہود اُس کو نسبت کرتے حضرت سلیمان کی طرف کہ ہم کو اُنہیں سے پہنچا ہے اور اُن کو حکم جن وانس پر اسی کے زور سے تھا سو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ یہ کام کفر کا ہے۔ سلیمان کا کام نہیں۔ اُس کے عہد میں شیطانوں نے سیکھا ہے۔

اور دوسرے ہاروت وماروت کی طرف سے وہ شہر بابل میں دو فرشتے تھے بصورت آدمی رہتے تھے اُن کو علم سحر معلوم تھا جو کوئی طالب اُس کا جاتا اوّل کہہ دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہے گا پھر اگر وہ چاہتا تو سکھا دیتے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ آزمائش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر پاتے ہیں اور بغیر حکم خدا کے کچھ کر نہیں سکتے اور علم دین اور علم کتاب سیکھتے تو اللہ کے یہاں ثواب پاتے۔

❷ : یہود پیغمبر کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے۔ بعض باتیں جو نہ سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے راعنا یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہو اُن سے مسلمان بھی سیکھ کر کسی وقت یہ لفظ کہتے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو اُنظرنا کہو۔ اُس کے بھی معنی یہی ہیں اور آگے سے سنتے رہو کہ پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود کو اِس لفظ کے کہنے میں دغا تھی اُس کو زبان دبا کر کہتے تو راعینا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا۔ اور اُن کی زبان میں راعینا احمق کو بھی کہتے تھے۔

یہود لوگ یہ کہتے تھے کہ توریت کے احکام کبھی قیامت تک منسوخ نہ ہوں گے اور اپنے اس زعم سے وہ انجیل اور قرآنِ شریف کو نہیں مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تنبیہ کے لیے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے اور وہ اپنے پہلے احکام کو مصلحت سے منسوخ فرما کر اور مناسب احکام نازل فرماتا ہے جس میں طرح طرح کے فائدے ہیں۔ [ابن کثیر]

❸ : یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ تمہاری کتاب میں بعض آیت نسخ ہوتی ہے اگر اللہ کی طرف سے تھی تو پھر کیا عیب دیکھا کہ موقوف کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیب نہ پہلی میں تھا نہ پچھلی میں پر حاکم ہر وقت جو چاہے سو حکم کرے۔

❹ : یہود کے بہکانے سے بعضے مسلمان آنحضرت ﷺ سے غیر ضروری باتیں پوچھتے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کثرتِ سوال سے روکا اور فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کی ہر گھڑی کی پوچھ گچھ سے ان پر بعضے احکام ایسے نازل ہو گئے کہ اُن کی تعمیل میں پھر انہوں نے تساہل کیا جس کے سبب وہ گمراہی میں پڑ گئے۔

صحیحین میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غیر ضروری کثرت سوال سے منع کیا اور فرمایا کہ پچھلی امتوں کے لوگ کثرت سوال سے طرح طرح کی ہلاکت میں پڑ گئے۔

❺ : یعنی یہود کے بہکانے سے تم اپنے شبہے نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی کے پاس لاتے تھے۔ شبہے نکالنے گویا یقین چھوڑ کر انکار پکڑنا ہے۔

آنحضرت ﷺ سے ایک شخص نے کہا کہ جس طرح بنی اسرائیل میں گناہوں کا کفارہ تھا کہ جب وہ لوگ گناہ کرتے تھے تو خدا کی طرف سے اُن کے گھروں کے دروازوں پر اُس کا گناہ کندہ ہو جاتا تھا اسی طرح اس اُمت میں بھی حکم ہو جاتا تو اچھا تھا۔ آپ نے تین دفعہ یہ دعا کی کہ یا اللہ میں ایسا نہیں چاہتا اور سائل سے کہا کہ جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ بنی اسرائیل کے دروازوں پر گناہوں کے کندہ ہو جانے سے دنیا میں اُن کی رسوائی ہوتی تھی اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں عاقبت کا عذاب جدا باقی رہتا تھا۔ تم لوگ گناہ کرو تو دنیا میں تو کوئی جانتا بھی نہیں آخرت کے عذاب کے لیے تو توبہ موجود ہی ہے۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

❻ : حیی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب دو یہودی بڑے سخت تھے اور مسلمان لوگوں کو طرح طرح سے بہکاتے اور طرح طرح

کے جھگڑے مسلمانوں سے کرتے رہتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

❼: آخر حکم پہنچا اور یہود کو مدینے کے نزدیک سے نکال دیا۔

احادیث التفاسیر

(ف۱): یہودیوں نے کہا محمد ﷺ کو دیکھو سلیمان علیہ السلام کا ذکر پیغمبروں میں کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ جادوگر تھے ہوا پر اڑا کرتے تھے۔ اس کے ردّ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ یہودی لوگ مدت تک پیغمبر ﷺ سے وہ باتیں پوچھتے رہے جو توریت میں تھیں۔ آپ ان کو بعینہ دل سے جواب دیتے رہے۔ جیسے توریت میں تھی انہوں نے مشورہ کیا کہ توریت کو تو ہم سے بھی زیادہ جانتے ہیں آؤ جادو کے ذریعہ سے ان کا مقابلہ کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ انہوں نے اللہ کی کتاب تو چھوڑ دی اب جادو کے پیچھے لگے ہیں۔ حالاں کہ بدون حکم اللہ تعالیٰ کے جادو سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہاں کافر ہو گئے ایمان کھو بیٹھے۔

ہاروت اور ماروت دو فرشتوں کا نام ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرشتوں نے اللہ پاک سے عرض کیا کہ یا اللہ ہم تیری نافرمانی نہیں کرتے اور انسان بڑے نافرمان ہیں اللہ پاک نے فرمایا دو فرشتے چھانٹ کر علیحدہ کرو اُن کی آزمائش کی جاوے۔

پس ہاروت ماروت چھانٹے گئے پس ان کو دنیا میں بسایا۔ ایک دفعہ زہرہ ایک بہت حسین عورت ان کے سامنے آئی وہ اس پر فریفتہ ہو گئے اور اس سے صحبت کرنی چاہی اس نے کہا کہ شرک کا کلمہ پکارو تو میں راضی ہو جاؤں انہوں نے نہ مانا وہ چلی گئی پھر آئی اور ایک بچہ اس کی گود میں تھا انہوں نے پھر سوال کیا اس نے کہا اس بچے کو قتل کرو تو میں راضی ہو جاؤں۔ انہوں نے نہ مانا وہ چلی گئی پھر آئی اور ایک پیالہ شراب لائی انہوں نے پھر سوال کیا اس نے کہا شراب پیو تو میں راضی ہو جاؤں۔ انہوں نے شراب پی لی پھر نشہ میں زنا بھی کیا اور بچے کو بھی قتل کیا ہوش ہوا تو بہت ڈرے اور شرمندہ ہوئے۔ حکم ہوا کہ دنیا کا عذاب قبول کرتے ہو یا آخرت کا۔ انہوں نے دنیا کا عذاب قبول کیا پس وہ بابل میں قید ہیں۔ منجملہ اور تکلیفوں کے یہ بھی ایک بلا اور مصیبت ان پر ہے کہ جو کوئی جادو سیکھنا اور کافر ہونا چاہتا ہے پہلے تو اس کو منع کر دیتے ہیں مگر جب وہ کفر کو منظور کرتا ہے تو سکھا دیتے ہیں۔ باب الخمر میں امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔

(ف۲): یہودی لوگ جب آنحضرت ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے تو ظاہر میں راعنا کہتے تو ہماری طرف خیال فرمائیے اور زبان کو دبا کر کہتے یعنی راعینا، اے چرواہے۔ مسلمان اس فریب سے واقف نہیں تھے۔ یہودی آپس میں اس بات پر ہنستے اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا کہ یہ لفظ ہی موقوف کر دو تا کہ شریروں کو شرارت کا موقع نہ رہے۔

(ف۳): یہود کہتے تھے کہ تمہاری کتاب میں بعض حکم آتا ہے پھر منسوخ ہوتا ہے اگر اللہ کی طرف سے یہ کتاب ہوتی تو ایسا نہ ہوتا پہلے میں کچھ عیب تھا تو اوّل کیوں حکم دیا اور عیب نہیں تھا تو موقوف کیوں کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عیب اور قباحت کی وجہ سے حکم نہیں بدلا جاتا بلکہ بندوں کی حالت اور مصلحت کے موافق بدلتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

(ف۴): ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رافع بن حرملہ اور وہب بن زید نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ کوئی کتاب لکھی ہوئی آسمان سے ہمارے سامنے اتارو اور ہم اس کو پڑھ لیں یا زمین میں چشمے جاری کر دو تو ہم تمہارے تابع دار ہو جائیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

مجاہد نے کہا قریش کے لوگوں نے کہا کہ اگر کوہ صفا کو سونے کا کر دو تو ہم ایمان لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو یہ منظور ہو کہ مائدہ کی طرح یہ بات ہو جائے تو میں دعا کروں یعنی جیسے مائدہ کی ناشکری پر نصاریٰ کی صورتیں مسخ ہو گئیں ایسے ہی اس کے انکار والوں کا حال ہو جائے گا۔ پس قریش ڈر گئے اور اس سوال سے ہٹ گئے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ابو العالیہ کی روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر ہمارا کفارہ بھی ایسا ہوتا جیسا بنی اسرائیل کا تھا تو خوب ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا تو یہ حال تھا کہ رات کو کوئی گناہ کرتا تو

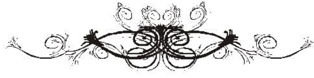
صبح کو اس کے دروازے پر وہ گناہ اور اس کا کفارہ لکھا ہوا ہوجاتا اگر وہ کفارہ دیتا تو پاک ہوجاتا۔ لیکن دنیا میں رسوائی تو ہو ہی جاتی اور جو کفارہ نہ دیتا تو آخرت کا عذاب رہتا۔

اور تم کو اللہ تعالیٰ نے توبہ استغفار عطا کیا اور نماز اور جمعہ و جماعت وغیرہ کو کفارہ ٹھہرایا۔ پھر اور کیا چاہیے اس پر نازل ہوا:

﴿ ام تریدون ان تسئلوا ...... ﴾

(ف ۵): حیی بن اخطب اور ابویاسر بن اخطب یہودی کو اس بات کا نہایت حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آخرالزماں نبی کو بنی اسرائیل میں سے کیوں نہیں کیا۔ عرب میں کیوں کردیا اور لوگوں کو دین اسلام سے پھیرنے اور بہکانے میں بڑی کوشش کرتے تھے اُن کے بارے میں یہ آیتیں آئیں:

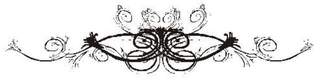
﴿ ود کثیر من اھل الکتب ...... ﴾



خطبہ جمعۃ المبارک

دارالحدیث اوکاڑا میں ۲۳ ر اپریل کا خطبہ جمعۃ المبارک رانا خلیق خاں پسروری ارشاد فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ

[عبداللہ یوسف ناظم دارالحدیث اوکاڑا]



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسھیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: التجارب

تجربہ کے بیان میں

٥٧٥۔ عن هشام بنِ عروة، عن أبيه قال: كنت جالساً عندَ معاويةَ، فحدَّثَ نفسَهُ ثمّ انتبه، فقالَ: لا حليمَ إلَّا ذوُ تجربة، يُعِيدُهَا ثَلَاثًا ۔ صحيح موقوفاً

"حضرت ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے دل میں کوئی بات کی پھر وہ سنبھل گئے۔ پھر کہنے لگے نہیں ہے بردباری (یعنی عقل مندی) مگر تجربہ کے ساتھ یہ بات انہوں نے تین بار کہی۔"

٥٧٦۔ عن أبي سعيدٍ قالَ: لَا حَلِيمَ إلَّا ذُو عَثْرَة، ولا حكيمَ إلَّا ذُو تجربةٍ ۔ ضعيف الاسناد

"حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ دانش مند وہی ہے جو لغزشوں سے گزرے۔ حکمت والا وہی ہے جو تجربات سے گزرے۔"

٥٧٧۔ عن أبي سعيد، عن النَّبيّ ...... مثله ۔ فيه دراج وهو ضعيف

"حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو مرفوع بھی روایت کیا ہے۔"

فائدہ: جب کوئی راکب امور ہوتا ہے اور بھول بھٹک میں پڑتا ہے تب کہیں اس کو حلم وتجربہ حاصل ہوتا ہے پھر وہ مواضع خطا سے بچنے لگتا ہے۔[نواب صاحب رحمہ اللہ]

باب: من أطعم أخاً له في الله

دینی بھائی کو کھانا کھلانے کے بیان میں

٥٧٨۔ عن مَحمَّدِ بنِ الحنفية، عن عليٍّ، قَالَ: لأنْ أجْمَعَ نَفَرًا مِنْ إخواني على صَاعٍ أو صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ أَحَبُّ إليَّ مِنْ أنْ أخْرُجَ إلى سُوْقِكُمْ فَأُعْتِقَ رقبةً ۔ ضعيف الاسناد

"حضرت محمد بن حنیفہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں اپنے بھائیوں میں سے ایک جماعت کو ایک صاع یا دو صاع کھانے پر جمع کرلوں تو یہ چیز مجھے زیادہ اچھی لگتی بہ نسبت اس کے کہ میں تمہارے بازار میں جا کر ایک غلام کو آزاد کردوں۔"

فائدہ: مقصود اس سے فضیلت اطعام ہے بلاشبہ بھوکے کو کھانا کھلانا پیاسے کو پانی پلانا، ننگے کو کپڑا پہننانا اجر عظیم رکھتا ہے۔ یہ کام اس شخص سے بنتا ہے جس کو اللہ کی توفیق میسر ہو۔

باب: حلف الجاهلية

زمانہ جاہلیت کے معاہدے کے بیان میں

٥٧٩۔ عن عبد الرَّحمٰن بن إسحٰق عن الزُّهرِيّ، عن محمَّدٍ بنِ جُبير بن مُطعم، عن أبيه، عن عبد الرَّحمٰن بن عوف [أنّ رسولَ الله ﷺ] قال: ((شَهِدْتُ مَعَ عُمُومَتِي حِلْفَ الْمُطَيَّبِين فما أُحِبُّ أنْ أنْكُثَهُ وأنْ لِيْ حُمْرَ النَّعَمِ)) [صحيح]

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں میں اپنے چچاؤں کے ساتھ حلف الطیبین میں موجود تھا اب میں پسند نہیں کرتا کہ اس کو توڑ دوں اگرچہ اس کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔''

فائدہ: بنی عبد مناف اور بنی اسد اور بنی زہرہ ان لوگوں نے بیت اللہ کے قریب آپس میں معاہدہ امن و دفاع کیا اور خوشبو سے بھرا ہوا ایک پیالہ درمیان میں رکھا۔ ان لوگوں نے اس وقت اپنے ہاتھ خوشبو والے پیالے میں ڈالے تاکہ معاہدہ مضبوط ہو جائے اور اسی لیے ان کے اس خلف کو خلف المطیبین کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ [محمد اشرف]

باب: الإخاء

بھائی چارے کا بیان

۵۸۰۔ عن أنس قال: آخى النبيُّ ﷺ بين ابنِ مَسْعُودٍ وَالزُّبَيْرِ۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن مسعود اور زبیر رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔''

۵۸۱۔ عن أنسِ بنِ مالك قالَ: حَالَفَ رَسولُ اللّٰهِ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالأَنْصَارِ فِي دَارِي الَّتي بِالمدِيْنَةِ۔

[متفق عليه]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین قریش اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا میرے گھر مدینہ میں۔''

باب: لا حلف في الإسلام

اسلام میں زمانہ جاہلیت کے خلافِ اسلام معاہدوں کی کوئی حیثیت نہیں

۵۸۲۔ عن عَمْرو بن شُعيب، عن أبيه، عن جدِّهِ قَالَ: جَلَسَ النَّبِيُّ ﷺ عامَ الْفتحِ علٰى دَرَجِ الْكَعْبَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيهِ، ثمّ قالَ: ((مَنْ كَانَ لَهُ حِلْفٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَزِدْهُ الإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً وَلَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ))

''عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے سال بیت اللہ کی سیڑھیوں پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا جس کسی نے زمانہ جاہلیت میں کوئی معاہدہ کیا ہوا سلام اس کو اور بھی سخت کرتا ہے فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں رہی۔''

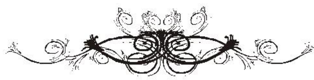
باب: من استمطر في أول المطر

بارش کے پانی سے جسم کو تر کرنے کے بیان میں

۵۸۳۔ عن أنسٍ قَالَ: أَصَابَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مَطَرٌ، فَحَسَرَ النَّبِيُّ ﷺ ثَوْبَهُ عَنهُ حتّى أَصَابَهُ الْمَطَرُ، قُلْنَا: لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ: ((لأَنّهُ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ))

[صحيح مسلم]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ بارش شروع ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا ہٹا دیا اور آپ کے جسم کو بارش کا پانی پہنچا۔ ہم نے عرض کیا، آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ اپنے ربّ کی طرف سے ابھی نئی نئی پہلی بار آئی ہے۔''



افتـــاء

قتل خطاء کی دیت کا بیان

از: محمد عبیداللہ خاں عفیف (بانی مسجد امۃ العزیز اہل حدیث)

سوال: ہمارے بچے کی میو ہسپتال موت یا ہلاکت جو کہ ہسپتال کے عملے کی غفلت کے باعث ہوئی ہے اور ہسپتال کے ایم۔ایس اس ہلاکت کو عملے کی غفلت تسلیم کرتے ہیں۔لہٰذا ہم اس ہلاکت پر ہسپتال سے دیت لینے کے خواہاں ہیں۔ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں بتایا جائے کہ اس قتل خطا کی دیت کیا ہوگی؟ وضاحت فرمادیں۔والسلام [درخواست گزار، سیف الرحمٰن کلیم ولد شیخ محمد اسحاق، ملتان روڈ۔لاہور]

جواب: الحمد لله رب العالمين۔ والصلوٰة والسلام علی محمد سيد المرسلين والعاقبة للمتقين ولا عدوان الا الظالمين، اما بعد!

بشرطِ صحت سوال قرآنِ مجید اور احادیث کے مطابق قتل دیت ایک سو اونٹ اور ساٹھ روزے پے درپے ہے۔جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ ...... فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ ﴾ [النساء:٩٢]

”کسی مسلمان کا کام نہیں کہ مسلمان کو قتل کرے مگر غلطی سے، جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے مار دے تو وہ ایک غلام مسلمان آزاد کرے اور اس کے وارثوں کو اس کی دیت (خون بہا) دیوے۔مگر جب وارث اس کو معاف کردیں...... پھر جو شخص غلام نہ پاوے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے۔یہ اللہ کے ہاں سے معافی ہے۔“

الشیخ ابوبکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں۔یہ قتل خطا کا کفارہ ہے۔چوں کہ مقتول مومن ہے اس لیے اس کا کفارہ یہ مقرر کیا گیا ہے کہ ایک مومن غلام آزاد کیا جائے گا۔موجودہ زمانہ میں غلامی کا رواج باقی نہیں رہا۔اس لیے اس کفارہ کی ادائیگی کی دوسری صورت اختیار کرنا ہوگی یعنی دو ماہ کے مسلسل روزے جیسا کہ اسی آیت میں آگے بیان ہوا ہے۔[احکام القرآن للجصاص، توضیح القرآن، ص:١٢٨]

نبی ﷺ نے قتل خطا کی دیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حسب ذیل سو اونٹ ہیں:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه عن النبی ﷺ قَالَ دِيَّةَ الْخَطَاءُ اَخْمَاسًا عِشْرُوْنَ حِقَّةً وَعِشْرُوْنَ جَذْعَةً وَعِشْرُوْنَ بَنَاتِ مَخَاضٍ وَعِشْرُوْنَ بَنَاتِ لَبُوْنٍ وَعِشْرُوْنَ بَنِیْ لَبُوْنٍ ۔ اخرجه الدارقطنی واخرجه الاربعة بلفظ وعشرون بنی مخاض ۔ [عون المعبود، ج:٤، ص:٣٠٩ وتحفة الاحوذی، ج:٢، ص:٣٠٣ وابن ماجه، باب الخطأ، ص:١٨٩] قال الحافظ اخرجه الاربعة وعشرون بنی مخاض بدل ”بنی لبون“ واسناد الاوّل (اسناد الدارقطنی) اقوی واخرجه ابن ابی شیبة من وجه آخر موقوفا وهو اصح من المرفوع۔ بلوغ المرام باب الديات، ص:٣٥٥، حديث رقم: ١١٧٦۔ وقال الحافظ المباركفوری اسناد الدارقطنی حسن۔ تحفة الاحوذی، ج:٢، ص:٣٠٣ وقال الشيخ صفی الدين المباركفوری۔ واسناد الاوّل ای الدار قطنی اقویٰ من اسناد الاربعة لان فی اسنادهم خشف بن مالك وهو مجهول وحجاج وهو غير محتج به۔ اتحاف الكرام علی بلوغ المرام، ص:٣٥٥۔

باب الدیات ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کی عمروں کے اختلاف کے ساتھ قتل خطاء کی دیت (خون بہاء) بیس ایسی اونٹنیاں جو تین برس کی ہو کر چوتھے برس میں لگی ہوں۔ اور بیس ایسی اونٹنیاں جو چار برس کی ہو کر پانچویں برس میں لگی ہوں اور بیس ایسی اونٹنیاں جو ایک برس کی ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہوں۔ اور بیس ایسی اونٹنیاں جو دو برس کی ہو کر تیسرے برس میں داخل ہوں اور بیس ایسے اونٹ جو دو برس کے ہو کر تیسرے برس میں لگے ہوں۔

امام عبداللہ بن احمد ابن قدامہ المتوفی ۶۲۰ رقم طراز ہیں:

لا یختلف المذهب فی ان دیة الخطأ اخماس کما ذکر الخرقی وهذا قول ابن مسعود والنخعی واصحاب الرأی وابن المنذر وقال عمر بن عبدالعزیز وسلیمان بن یسار والزهری واللیث وربیعة ومالك والشافعی هی اخماس الا انهم جعلوا مکان بنی مخاض بنی لبون وهٰکذا رواه سعید فی "سننه" عن النخعی، عن مسعود۔ [مغنی ابن قدامه الحنبلی، ج:۱۲، ص:۱۹]

"اس مذہب میں کوئی اختلاف نہیں کہ قتل خطاء کی دیت بالاتفاق پانچ قسم کے مختلف سو اونٹ ہیں جیسا کہ فقیہ خرقی نے ذکر کیا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، اصحاب الرای (امام ابوحنیفہ واصحابہ) اور امام ابن منذر اسی کے قائل ہیں۔ تاہم حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، سلیمان بن یسار، زہری، لیث، ربیعہ، مالک، شافعی رحمہم اللہ بھی اسی دیت کے قائل ہیں مگر یہ ائمہ بنی مخاض کی جگہ بنو لبون کے قائل نہیں۔ سعید بن منصور نے بھی اپنی سنن میں ابراہیم نخعی کے حوالہ سے بنو لبون (تیسرے برس میں داخل اونٹ) ہی روایت کی ہے۔"

اس بحث سے معلوم ہوا کہ قتل خطاء کی دیت سو اونٹ ہیں جن کی عمروں کی تعیین و تفصیل حدیث کے ترجمہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ اس دیت کے ساتھ ایک مومن غلام کو بطور توبہ کے آزاد کرنا بھی واجب ہے۔

اگر غلام میسر نہ ہو تو پھر دو مہینے کے پے در پے یعنی ناغہ کے بغیر روزے فرض ہیں۔ چوں کہ اب اسلام کی برکت سے غلام دستیاب نہیں لہٰذا ساٹھ روزے مسلسل رکھنے واجب ہیں۔ جیسا کہ امام ابن کثیر اس آیت

﴿ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ ﴾

کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں:

هذان واجبان فی قتل الخطأ احدهما الکفارة لما ارتکبهٗ من الذنب العظیم وان کان خطأ ومن شرطها ان تکون عتق رقبة مومنة لا یجزئ فیها هبی۔

کہ قتل خطاء میں کفارہ اور دیت دونوں واجب ہیں۔ کفارہ تو اس گناہ عظیم کے ارتکاب کی وجہ سے واجب ہے اگر چہ یہ غلطی کی وجہ سے ہوا تاہم جان تو اسی طرح گئی جس طرح قتل عمد میں جاتی ہے اور اس کفارہ میں مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا شرط ہے بچہ کفایت نہیں کرے گا۔ مگر جمہور کے نزدیک غلام بچے کی آزادی میں بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ودیۃ مسلمۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هو الواجب الثانی فیما بین القاتل واهل القتیل عوضا لهم عما فاتهم من قتیلهم وهٰذه الدیة انما تجب اخماساً۔ [تفسیر ابن کثیر، النساء:۹۲، ج:۱، ص:۵۳٤]

دیت کا تعلق قاتل اور مقتول کے ورثاء کے ساتھ ہے کہ چوں کہ قاتل کے اس فعل ناروا سے مقتول کے ورثاء کا بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نقصان کی تلافی کے لیے سو اونٹ دیت (بدلہ) میں مقتول کے ورثاء کے دینے شرعاً فرض ہیں۔ ہاں اگر مقتول کے ورثاء بلا کی جبر اور خوف کی برضاء ورغبت پوری دیت یا اس کا کچھ حصہ معاف کر دیں تو یہ بھی جائز ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ قتل خطا میں کفارہ اور دیت (سو اونٹ) شرعاً دونوں فرض ہیں۔ کفارہ اور دیت کی تعیین اور تفصیل کر دی گئی ہے۔ مفتی کسی قانونی سقم کا ذمہ دار نہ ہوگا۔

احکام و مسائل

قسط (۲) آخری

محجوب الإرث

تحریر: مولانا عبدالغفار حسن

(ا)......پہلی مثال کا جواب:

یہ مسئلہ تمام اہل علم کے درمیان متفق علیہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا اس روایت کی بنا پر مسلک ہے کہ اس صورت میں بھتیجا وارث ہوگا اور بہن محروم ہوجائے گی۔ لیکن سوائے ظاہریہ کے تمام صحابہ اور فقہائے امت اس بات کے قائل ہیں کہ اس شکل میں بہن وارث ہوگی اور بھتیجا محروم ہوگا۔ اس کی وجہ علامہ ابن رجب کی زبانی سنیے، لکھتے ہیں:

ودلّ أی القرآن بالتنبيه على أنّ الأخت تأخذ الباقی مع البنت كما تأخذه مع أخيها ولا يقدم عليها من هدأ بعد منها كابن الأخ والعم وابنه فإنَّ أخاها اذا لم يسقطها فكيف يسقطها من هوأ بعد منه ۔ [جامع العلوم، ص:۲۹۸]

''قرآنِ مجید اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ بیٹی کے ساتھ باقی حصہ کی وارث بہن ہوگی، جس طرح کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوتی ہے۔ دور کے رشتہ دار (مثلاً بھتیجا، چچا، چچا زاد بھائی) کو اس کے مقابلے میں ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اس لیے کہ جب اس کے بھائی کا وجود اسے محروم نہیں کرتا تو وہ رشتہ دار (بھتیجا) کیسے محروم کرسکتا ہے، جو کہ بھائی سے بلحاظ رشتہ زیادہ بعید ہے۔''

یہاں چوں کہ قرآنی استثناء کا قرینہ موجود ہے اس لیے اس صورت پر مندرجہ بالا حدیث کا اطلاق نہ ہوگا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت ابن عباس کی روایت عام ضابطہ نہیں بیان کرتی۔

(ب)......دوسری مثال کا جواب:

یہ مسئلہ بھی علمائے سلف کے درمیان متفق علیہ نہیں ہے۔ شریفیہ صفحہ ۲۸ پر ہے:

وقال بعض المتأخرين لا يُعصبن بل الباقی للغلام خاصة ۔"

یعنی متاخرین میں سے بعض اہل علم کا مسلک ہے کہ دو بیٹوں کے ہوتے ہوئے پوتی محروم ہوگی خواہ پوتا یا سکڑ وتا بھی موجود ہو، ان کی وجہ سے پوتی عصبہ نہ بن سکے گی، بلکہ باقی مال پوتا یا سکڑ وتا لے لے گا۔

اب یہاں یہ واضح رہے کہ جس مسئلہ کے بارے میں خود علماء فرائض کے مابین اختلاف ہوا سے کیسے حضرت ابن عباس کی حدیث کے مقابلہ میں بطور معارضہ کے پیش کیا جاسکتا ہے؟

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ روایت کسی خاص صورت کے بارے میں بیان کی گئی ہے۔ مثلاً:

زید میت مسئلہ ۱۸

ام، بنت، اب، عم، اخ

۳ ۹ ۴ ۳ ۳

لیکن مندرجہ ذیل صورت میں اس پر عمل نہ ہوگا۔

زید میت مسئلہ ۱۸

ام، بنت، اخت، اخ

۳ ۹ ۲ ۴

اس مسئلہ میں قریب تر مرد (بھائی) کے ہوتے ہوئے بھی بہن وارث ہو رہی ہے۔ اب اگر اس حدیث کو قانون کلی مان لیا جائے تو اس کی بنا پر قرآنِ مجید کو بھی چھوڑنا پڑے گا، جو کہ اس صورت میں بہن کو وارث قرار دیتا ہے۔

جوابِ شبہہ:

یہ حدیث عام ضابطہ ہے لیکن اس کا دامن اتنا وسیع بھی نہیں ہے کہ

قرآنی آیات سے ٹکرا جائے۔ قرآنی آیات
﴿یوصیکم اللّٰہ فی أولادکم للذکر مثل حظّ الأنثیین﴾
اور ﴿وان کانوا اخوۃ رجالاً ونساءً فللذکر مثل حظّ الانثیین﴾
کی بنا پر یہاں یہ واضح قرینہ موجود ہے کہ قریب تر مرد (بھائی) کے ہوتے ہوئے بہن بھی وارث ہوگی، اور حضرت ابن عباس کی حدیث سے جو ایک عام ضابطہ سمجھا جاتا ہے اس کا اطلاق یہاں نہ ہوگا۔
حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:
"وخرج من ذالك الأخ والأخت لأبوين أولأب فانهم يرثون بنصّ، قوله تعالى: ﴿وإن كانوا إخوة رجالاً ونساءً﴾۔"
خلاصہ یہ ہوا کہ جو صورتیں مندرجہ بالا دونوں آیتوں کے زیر حکم آتی ہیں اُن کو حدیث ''الحقوا الفرائض'' شامل نہ ہوگی۔ لیکن اس کا عموم اپنی جگہ مسلم ہے۔
اب اس عموم کے ماتحت یتیم پوتے کا معاملہ بھی طے پائے گا۔ اس روایت کو مخالف قرآن کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ ایک تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔

شبہے کا دوسرے پہلو سے جواب:

دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل علم نے ''الحقوا الفرائض بأهلها'' کے دو مطلب بیان کیے ہیں:
① ...... فرائض سے مراد وہ حصے ہیں جو قرآن میں نصف، ربع، ثلث وغیرہ کے نام سے معین کر دیئے گئے ہیں۔
② ...... یا وہ حصے مراد ہے جو وارثین کے لیے قرآن میں معین یا غیر معین طور پر مذکور ہیں۔ مثلاً:
نصف، ربع تو قرآن میں معین ہیں لیکن قرآنِ مجید کا یہ کہنا کہ ''بیٹیوں کے ساتھ بیٹوں کو اور بہنوں کے ساتھ بھائیوں کو دگنا دو''
یہ ایسے حصے ہیں جن کی مقدار قرآنِ مجید نے بیان نہیں کی ہے۔
اس دوسرے معنی کے لحاظ سے یہ حدیث قرآن سے کسی صورت میں بھی متعارض نہ ہوگی اور عصبات بھی ذوی الفروض میں شامل ہو جائیں گے۔
اب حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ذوی الفروض خواہ اولاد ہو یا بہن بھائی، اُن کو حصہ دے کر جو بچ جائے وہ میت سے قریب تر مرد کا حق ہے۔ [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، جامع العلوم لابن رجب حنبلی]

آثارِ صحابہ:

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں:
((ولد الأبناء بمنزلة الآباء اذا لم يكن دونهم ولده ذكرهم كذكرهم وانثاهم كانثاهم ويرثون كما يرثون ويحجبون كما يحجبون ولا يرث ولد الابن مع الابن)) [صحیح بخاری، ج:۲، ص:۹۹۷]
یعنی بیٹوں کی اولاد اپنے باپوں کی طرح ہے جب کہ میت کی کوئی اولاد موجود نہ ہو ان میں سے نرینہ اولاد بیٹوں کی جگہ ہے اور مادہ اولاد بیٹیوں کی جگہ قرار دی جائے گی۔ اور یہ اسی طرح وارث ہوں گے جس طرح اولاد وارث ہوتی ہے اور اسی طرح مجوب کریں گے جس طرح کہ وہ مجوب کرتے ہیں، اور بیٹے کی اولاد بیٹے کے ہوتے ہوئے وارث نہ ہوگی۔

چند شبہات کا ازالہ:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس قول پر دو اعتراض وارد کیے گئے ہیں۔
(۱)...... ولا يرث ولد الابن مع الابن
یہاں الابن دونوں جگہ پر معرفہ ہے۔ اصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ
''معرفہ جب دوبارہ لایا جائے گا تو پہلا بعینہٖ دوسرا ہوگا۔''
اس قاعدہ کی رو سے اس قول کے معنی یہ ہوئے کہ بیٹے کی موجودگی میں خود اس کی اولاد محروم رہتی ہے، یہ نہیں کہ وہ کسی بیٹے کی موجودگی میں حصہ نہ پائے۔
② ...... یہ حدیث نہیں ہے بلکہ ایک صحابی کا قول ہے اور صحابہ میں وراثت کے مسائل میں باہم (ایک دوسرے سے) اختلاف ہو جاتا تھا۔ چناں چہ کئی مسئلوں میں حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت کے درمیان

اختلاف واقع ہوا ہے۔

پہلے شبہہ کا جواب:

اصولِ فقہ میں جہاں یہ قاعدہ لکھا ہوا ہے وہاں ساتھ ہی یہ تصریح ہے کہ یہ قاعدہ اس صورت میں ہے جب کہ مغائرت کا کوئی قرینہ موجود ہو ورنہ دونوں سے ایک ہی ذات مراد نہ ہوگی۔

نورالانوار میں ہے:

هـذا كـلـه عـند الاطلاق وخلو المقام والا قد تعاد المعرفة مع المغائرة كقوله تعالى ﴿وهو الذى أنزل الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب﴾ ۔

یہاں اس آیت میں الکتاب دو بار مذکور ہے اور دونوں کا مصداق الگ الگ ہے۔ کیوں کہ یہاں قرائن کی بنا پر یہی مفہوم مراد لیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح حضرت زید بن ثابت کے مندرجہ بالا فقرے سے پہلے ان کے یہ الفاظ "ولـد الابـنـاء بمنزلة الآباء اذا لم يكن دونهم ولد ذكـــر" اس بات کا قرینہ ہیں کہ الابن کا مصداق دونوں جگہ الگ الگ بھی ہو سکتا ہے۔ اس وضاحت کے بعد یہ نتیجہ صاف نکل آیا کہ حضرت زید بن ثابت کے قول کے مطابق بیٹے کے ہوتے ہوئے یتیم پوتا وارث نہیں ہو سکتا۔

دوسرے شبہہ کا جواب:

اس میں شبہ نہیں کہ یہ قول صحابی ہے حدیث نبوی نہیں ہے۔ لیکن حدیث نبوت کے مطابق ہے۔ اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ صحابہ کے درمیان وراثت کے بعد مسائل میں اختلاف پایا جاتا تھا لیکن یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ جس کے بارے میں صحابہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ آثار صحابہ میں ایک بھی ایسا قول نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ کسی صحابی نے اس مسئلہ میں زید بن ثابت کی مخالفت کی ہے۔

پھر یہ کہ فرائض کے معاملہ میں حضرت زید بن ثابت کا جو بلند درجہ ہے وہ اہل علم حضرات سے مخفی نہیں رہنا چاہیے۔

مضامین نگار حضرات وخواتین

ہفت روزہ الاعتصام کے مضامین نگار حضرات وخواتین اپنے مضامین کو درج ذیل ہدایات کے تحت ترتیب دیا کریں۔

⦿......مضمون با حوالہ، مدلل، موزوں اور مفید ہو۔

⦿......کاغذ کی ایک طرف لکھا گیا ہو، خوش خط اور حاشیہ چھوڑ کر لکھا گیا ہو۔

⦿...... حالاتِ حاضرہ، عالم اسلام کے احوال، قومی وبین الاقوامی نکتہ نظر، علوم وفنون اسلامی اور صحت مند صحافتی عنوانات پر لکھیں۔

⦿......مضمون کی اصل ہمیں بھیجیں اور فوٹو کاپی اپنے پاس رکھیں۔

⦿......اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔

⦿...... جماعتی خبریں وقت سے پہلے اور اس کی رپورٹیں ارسال کرنے کی زحمت نہ فرمائیں۔

امید ہے مذکورہ بالا سطور پر ہمارے مضامین نگار حضرات توجہ فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ خیراً

ادارہ الاعتصام، ۳۱۔شیش محل روڈ لاہور ۵۴۰۰۰۔فون: 37354406

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق اعلان

مولانا احمد الدین گکھڑوی مرحوم ومغفور جماعت اہل حدیث کے مشہور مقرر اور معروف مناظر تھے۔ لیکن افسوس ہے ان کے مفصل حالات کہیں نہیں ملتے۔ مجھے ان کے متعلق حسب ذیل معلومات درکار ہیں، امید ہے قارئین کرام اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں گے۔

① ......تاریخ ولادت۔

② ......خاندانی پس منظر ③ ......اساتذہ۔

④ ......کہاں کہاں فریضہ خطابت سرانجام دیا۔

⑤ ......کسی مدرسے میں کبھی تدریس بھی کی؟

⑥ ......ان کے مناظروں کے بارے میں کچھ معلومات۔

محمد سلیم چنیوٹی

منیجر ہفت روزہ الاعتصام۔۳۱۔شیش محل روڈ۔لاہور۔

فون: 042-37354406 موبائل: 0333-4611619

احکام و مسائل

اسلام میں ہنسی مزاح کی حدود

عبدالوارث ساجد

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کہتے ہیں بلاشبہ ہنسنا ایک انسانی خصلت ہے اور عین فطری عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ہنستے ہیں اور جانور نہیں ہنستے۔ کیوں کہ ہنسی اس وقت آتی ہے جب ہنسی کی بات سمجھ میں آتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سمجھ داری جانوروں میں نہیں ہوتی۔

چوں کہ اسلام دین فطرت ہے اس لیے اسلام کے سلسلے میں یہ تصور محال ہے کہ وہ ہنسنے ہنسانے کے فطری عمل پر روک لگائے گا۔ اس کے برعکس اسلام ہراس عمل کو خوش آمدید کہتا ہے جو زندگی کو ہشاش بشاش بنانے میں مددگار ثابت ہو۔ اسلام یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے پیروکار کی شخصیت بارونق، ہشاش بشاش اور تروتازہ ہو۔ مرجھائی ہوئی بے رونق اور پژمردہ شخصیت اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے۔

اس اسلامی شخصیت کا نمونہ دیکھنا ہو تو آپ ﷺ سے بہتر نمونہ اور کیا ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرنے والا بخوبی جانتا ہے کہ آپ ﷺ گوناگوں دعوتی مسائل اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کے باوجود ہمیشہ مسکراتے اور خوش رہتے تھے۔ آپ ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔ اپنے ساتھیوں (صحابہ کرام) کے ساتھ بالکل فطری انداز میں زندگی گزارتے تھے اور ان کے ساتھ ان کی خوشی، کھیل اور ہنسی مذاق کی باتوں میں شرکت فرماتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ان کے غموں اور پریشانیوں میں شریک ہوتے تھے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو آپ ﷺ کا پڑوسی تھا جب وحی نازل ہوتی تو مجھے بلا بھیجتے تاکہ میں اسے لکھ لوں۔ آپ ﷺ کی یہ حالت تھی کہ ہم سب جب دنیا کی باتیں کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے اور جب ہم آخرت کی باتیں کرتے یا کھانے پینے کے بارے میں باتیں کرتے تو آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ اسی موضوع پر باتیں کرتے۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ ہماری ساری گفتگو میں شریک ہوتے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے بارے میں بتایا کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ مزاح اور پرلطف شخصیت کے مالک تھے۔[کنزالعمال، حدیث:۱۸۴۰۰]

بیوی سے مزاح:

بخاری شریف کی امّ زرع والی مشہور حدیث میں بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں اپنی بیویوں کے ساتھ کھیل تماشے کرتے تھے، ہنسی مذاق کی باتیں کرتے تھے۔ اپنی بیویوں سے کہانیاں سنتے تھے۔

بخاری شریف ہی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر دوڑ لگاتے تھے۔ اس دوڑ میں کبھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور کبھی آپ ﷺ جیت جاتے۔ کون نہیں جانتا کہ آپ ﷺ اپنی پیٹھ پر اپنے نواسوں (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کو سوار کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلتے تھے اور ان کی باتیں بڑے شوق سے سنتے تھے۔ کسی صحابی نے آپ ﷺ کی پیٹھ پر سوار دیکھ کر کہا کہ یہ تو بہترین سواری ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ شہسواری بھی تو بہترین ہیں۔

آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ مزاح بھی کیا کرتے تھے۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بڑھیا نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ دعا کریں کہ میں جنت میں چلی جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی نہیں جائے گی۔ یہ جواب سن کر وہ بڑھیا رونے لگی۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ بڑی بی! جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا۔ بوڑھا

شخص بھی جنت میں جوان ہو کر داخل کیا جائے گا۔

عوام الناس سے مزاح:

ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا تا کہ آپ ﷺ اسے اونٹ کی سواری عطا کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہی اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ اس شخص نے حیرت سے پوچھا کہ اونٹنی کا بچہ سواری کے قابل کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ اونٹ بھی تو آخر اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔ [ترمذی]

سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امّ ایمن نام کی ایک عورت آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے شوہر آپ ﷺ کو بلا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے سوال کیا کہ تمہارا شوہر کون ہے؟ وہی نا جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے (آنکھوں میں سفیدی ہونا بے شرم ہونے کے لیے محاورۃً استعمال کیا جاتا ہے) اس عورت نے سمجھا کہ آپ ﷺ اس کے شوہر کو بے شرم کہہ رہے ہیں۔ کہنے لگی کہ باخدا میرے شوہر کی آنکھوں میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سفیدی تو ہر آنکھ میں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا مقصد اس سفیدی سے تھا جو سیاہ دائرے کے اردگرد ہوتی ہے۔

سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا ہمارے گھر میں موجود تھے۔ میں نے ان کے لیے حریرہ (دودھ اور آٹا میں بنا ہوا کھانا) تیار کیا۔ پھر میں نے اسے سودہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کھانے کے لیے پیش کیا۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے حریرہ پسند نہیں ہے۔ میں نے سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کھاؤ ورنہ میں تمہارے چہرے پر حریرہ مل دوں گی۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا تو میں نے ان کے چہرے پر حریرہ مل دیا۔ آپ ﷺ ہم دونوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ تھوڑا سا جھک گئے تا کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بھی میرے چہرے پر حریرہ مل سکیں۔ چناں چہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا۔ آپ ﷺ یہ تماشا دیکھ کر ہنستے رہے۔ [یہ حدیث کتاب ''الفکاہۃ والمداح'' میں زبیر بن بکار کے حوالے سے منقول ہے۔]

کوئی اور ہوتا تو ان کی حرکت پر ڈانٹتا اور سرزنش کرتا لیکن آپ ﷺ نے انہیں اس چھیڑ چھاڑ سے نہیں روکا بلکہ یہ دیکھ کر خود بھی محظوظ ہوتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کی زندگی میں خوشیوں کا رنگ بھرنا چاہتے تھے۔ خاص کر عیدالاضحیٰ اور دوسرے خوشی کے مواقع پر۔ مشہور واقعہ ہے کہ عید کے موقع پر کچھ لڑکیاں آپ ﷺ کے گھر میں گانا بجانا کر رہی تھیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر برہم ہوئے اور انہیں گانے بجانے سے روکنا چاہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر انہیں گانے بجانے دو، عید کے دن ہیں۔ ذرا یہودی بھی جان لیں کہ ہمارے دین میں بھی وسعت اور تفریح کے مواقع ہیں۔

کسی موقع پر آپ ﷺ نے بعض حبشیوں کو مسجد نبوی کے اندر کھیل تماشا دکھانے کی اجازت دی۔ آپ ﷺ خود بھی یہ کھیل تماشہ دیکھتے رہے۔ انہیں جوش دلاتے رہے اور اپنی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سر کندھے پر رکھ کر یہ تماشا دکھاتے رہے۔ لوگ مسجد نبوی میں کھیل تماشہ دیکھتے رہے اور آپ ﷺ نے اس میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں کیا۔

ہنسنا انسانی جبلت ہے:

آپ ﷺ کی تربیت میں نشوونما پانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایسے ہی تھے۔ ہنستے ہنساتے اور مذاق کرتے تھے، حتیٰ کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسا سخت مزاج انسان بھی ہنسی مذاق کیا کرتا تھا۔ روایت ہے کہ انہوں نے از راہ تفنن اپنی لونڈی سے کہا کہ مجھے شریفوں کے خالق نے پیدا کیا ہے اور تمہیں بدمعاشوں کے خالق نے پیدا کیا ہے۔ اس بات پر وہ لونڈی کبیدہ خاطر ہوگئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ شریفوں اور بدمعاشوں کے خالق الگ الگ تھوڑے ہی ہیں۔ ان سب کو تو ایک ہی اللہ نے پیدا کیا ہے مجھے اور تمہیں دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

مشہور تابعی ابن سیرین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزاح کیا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ بھی تو انسان ہی تھے۔

سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم جب آپ کے پاس رہتے ہیں تو ہماری ایمانی کیفیت کچھ اور ہوتی

ہے اور جب گھر میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو کچھ اور ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس رہتے ہوئے ایمانی جوش وجذبہ کچھ زیادہ ہوتا ہے جب کہ آپ ﷺ کی محفل سے نکلنے کے بعد اس جذبے میں کمی آجاتی ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اے حنظلہ! اگر تم ایک جیسے حال میں ہمیشہ رہو (وہ ایمانی کیفیت برقرار رہے جو میرے پاس رہنے سے طاری ہوتی ہے) تو فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگیں، یعنی تم فرشتوں کی صف میں شامل ہو جاؤ گے۔ لیکن اے حنظلہ! چند گھڑیاں یوں ہوتی ہیں اور چند گھڑیاں کچھ اس سے مختلف ہوتی ہیں۔ (تم انسان ہو، فرشتے نہیں یقیناً تمہاری کیفیت فرشتوں سے مختلف ہوگی۔ تمہاری چند گھڑیاں سنجیدگی اور حد درجہ ایمانی کیفیت میں گزرتی ہیں، تو چند گھڑیاں اس سے مختلف۔ ہنسی مزاح اور پرلطف ماحول میں بھی گزریں گی۔)

ہنسنا کیسے ہو؟

❀...... حدیث میں بہ کثرت اور بہت زیادہ ہنسنے سے منع کیا گیا ہے۔ صرف ہنسنے کی ممانعت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کسی بھی چیز کی زیادتی مضر ہوتی ہے۔ خواہ ہنسنے کی زیادتی ہو یا رونے کی یا کسی اور چیز کی۔

❀...... یہ حدیث کہ آپ ﷺ پر ہمیشہ غم کی کیفیت طاری رہتی تھی ایک ضعیف حدیث ہے اور اسے بطور دلیل نہیں پیش کیا جا سکتا، بلکہ اس کے برعکس بخاری شریف کی صحیح حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی دعاؤں میں حزن وغم سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

❀...... جہاں تک قرآن کی آیت ﴿لا تفرح ......﴾ کا تعلق ہے اس میں لفظ فرح سے مراد ہنسنا نہیں ہے بلکہ گھمنڈ کرنا اور اترانا ہے۔ یہی مفہوم تمام مفسرین نے بیان کیا ہے۔

غرض کہ قرآن وحدیث میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس میں ہنسنے ہنسانے اور مزاح کرنے کی ممانعت ثابت ہو، بلکہ اس کے برعکس مزاح کرنا اور ہنسنا ہنسانا ایک جائز مقام ہے جیسا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عملی نمونوں سے واضح ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کی مصیبتوں اور سختیوں کو برداشت کرنے میں ہنسنے ہنسانے والی کیفیت بڑا رول ادا کرتی ہے۔ اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"ان القلوب تمل كما تمل الابدان فابتغوا لها طرائف الحكمة ۔"

"جس طرح جسم اکتا جاتے ہیں اسی طرح دل بھی اکتاتے ہیں اس کی اکتاہٹ دور کرنے کے لیے حکمت سے پر لطیفے تلاش کیا کرو۔"

اور یہ بھی فرماتے ہیں:

روحوا القلوب ساعة بعد ساعة ۔ فان القلوب اذا كره عمى ۔

"دل کو تھوڑی تھوڑی دیر میں ارام اور تفریح دیا کرو۔ کیوں کہ دل میں اگر کراہیت آگئی تو دل اندھے ہو جائیں گے۔"

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھیل تماشے کے ذریعے اپنے آپ کو طاقت فراہم کرتا ہوں تاکہ حق کے کام کے لیے میں چست اور پھرتیلا رہوں۔

ہنسی مزاح جائز ہے لیکن حد کے اندر رہ کر کیوں کہ کسی بھی چیز کی زیادتی مضر ہوتی ہے۔ ہنسی مزاح کرتے وقت درج ذیل باتوں کا خیال کرنا ضروری ہے۔

❀...... پہلی بات یہ ہے کہ جھوٹی باتیں گھڑ کر لوگوں کو ہنسانے کی کوشش نہ کی جائے، جیسا کہ بعض لوگ یکم اپریل کے دن کرتے ہیں۔ حدیث ہے کہ "تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتے ہیں۔" ایک دوسری حدیث ہے کہ "آپ ﷺ مزاح کرتے تھے لیکن ہمیشہ سچ بولتے تھے۔"

❀...... ہنسی مزاح کے ذریعے کسی کی تحقیر وتذلیل نہ کی جائے الا یہ کہ وہ خود اس کی اجازت دے دے اور اس پر ناراض نہ ہو۔ کسی کی تحقیر کرنا بڑا گناہ ہے جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ ...... ﴾

"اے ایمان والو! لوگوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے کا ٹھٹھا نہ کریں۔" [الحجرات: ۱۱]

اور حدیث میں ہے:

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اَنَّ يَّحْقُرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ ۔

''کسی کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔'' [مسلم]

❀...... مذاق میں کسی کو ڈرانے دھمکانے سے پرہیز کیا جائے۔ حدیث میں ہے کہ ''لا یحل لرجل یروع مسلما'' کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے دھمکائے۔''

❀...... ہنسی مزاح میں کسی دوسرے کا سامان نہ ہتھیا لیا جائے:

لَا يَأْخُذُ اَحَدُكُمْ مَتَاعَ اَخِيْهِ لَاعِبًا وَلَا جَادًا ۔

''کوئی شخص کسی دوسرے کا سامان نہ ہتھیالے نہ مذاق میں اور نہ سنجیدگی سے۔'' [ترمذی]

❀...... اس وقت مذاق نہ کرے جب سنجیدگی کا موقع ہو اور نہ ایسے مقام پر ہنسنا شروع کردے جہاں رونے کا مقام ہو۔ کیوں کہ ہر کام کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی زبردست سرزنش کی ہے جو قرآن سنتے وقت ہنسی مذاق کرتے تھے۔ حالاں کہ یہ سنجیدہ رہنے اور رونے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ o وَ تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ o وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ o ﴾ [النجم: ۵۹- ۶۱]

''اب کیا یہی وہ باتیں ہیں، جن پر تم اظہار تعجب کرتے ہو۔ ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو اور گا بجا کر انہیں ٹالتے ہو۔''

سیدنا اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کو بڑے خشوع وخضوع کی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا۔ نماز کے بعد وہ عورت آئینہ کے سامنے گئی اور بننے سنورنے لگی۔ سیدنا اصمعی رحمہ اللہ نے دریافت کیا ابھی تو تم خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی اور اب بن سنور رہی ہو؟ اس دین دار عورت نے جواب دیا کہ میں جب اللہ کے سامنے کھڑی تھی تو خشوع وخضوع کی حالت میں تھی اور اب اپنے شوہر کے پاس جا رہی ہوں تو بن سنور کر۔ ہر کام کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔

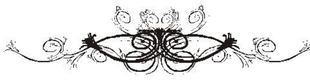
❀...... ہنسی مزاح حد کے اندر اور اعتدال کے ساتھ ہو۔ ہنسی مزاح میں پھوہڑپن نہ ہو کہ یہ چیز بری لگنے لگے اور نہ بہت زیادہ ہو کہ اس سے اکتاہٹ شروع ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی چیز کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے خواہ عبادت کی زیادتی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ کثرت سے نہ ہنسا کرو۔ کیوں کہ ہنسی کی کثرت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

" اعط الكلام من المزاح بمقدار ما تعطى الطعام من الملح ۔"

یعنی ''اپنی گفتگو میں اتنا مزاح پیدا کرو جتنا کھانے میں نمک ڈالتے ہو۔'' [ڈاکٹر یوسف القرضاوی]

اس ساری بحث سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہنسنا ہنسانا بری بات نہیں نہ اسلام اس سے روکتا ہے۔ ہاں ایسا مزاح بالکل بھی درست نہیں کہ کسی کی جان چلی جائے یا اس کا ابدی نقصان ہو جائے جس کا پچھتاوا زندگی بھر ستاتا رہے جیسا اکثر اپریل فول پر ہوتا ہے۔



خطبہ جمعۃ المبارک

دارالحدیث اوکاڑا میں ۳۰/اپریل ۲۰۱۰ء کا خطبہ جمعۃ المبارک مولانا منظور احمد ارشاد فرمائیں گے۔ اہل علاقہ وقت پر مسجد میں تشریف لائیں۔ خواتین کے پردے کا انتظام کیا گیا ہے۔

[عبداللہ یوسف ناظم مدرسہ ہذا۔ فون: 0312-4403173]

رشتوں کا بندھن اخلاص کے ساتھ

① ۔ لڑکا، عمر ۲۸ برس، ایف اے، قد ۵،۵۔ جٹ۔ لاہور

② ۔ لڑکی، ۲۴ برس، ایم ایس سی، بی کام، قد ۵ فٹ ۔ ملک ۔ گلبرگ لاہور۔ ③ ۔ لڑکا، ۲۷ برس، انجینئر، ۵، ۵ فٹ، شیخ، گوجرانوالا

④ ۔ لڑکا، ۲۴ برس، ایم بی اے، ۶، ۵ فٹ، شیخ، گوجرانوالا

⑤ ۔ لڑکا، ۲۶ برس، ایل ایل بی، ۲، ۵ فٹ، شیخ، گوجرانوالا

⑥ ۔ لڑکا، ۴۰ برس، ایف اے، ۴، ۵ فٹ، راجپوت۔ لاہور

رشتے کے لیے لڑکا/لڑکی کے والدین رابطہ کریں۔ دینی اخلاص کے ساتھ رشتے طے کرائے جاتے ہیں۔

ملک فخر، فون: 042-237075281 / 0300-4466705

تحقیق وتنقید

’’مساوات‘‘ یا ’’عدل‘‘ شرعی نقطہ نظر

محمد عمران صدیقی

’’جاہلیت جدیدہ‘‘ کی بنیادی اقدار میں ’’آزادی‘‘ کے بعد ’’مساوات‘‘ کا نام لیا جاتا ہے۔ سننے کی حد تک یہ ایک خوب صورت لفظ اور دل لگتی اصطلاح ہے۔ یعنی ’’برابری‘‘ اور ’’تسویہ‘‘ لیکن اپنی اصلیت اور حقیقت میں اسلام کی بنیادی قدر ’’عدل‘‘ کی نفی ہے اور فرقِ مراتب کی ضد ہے۔ مسلمانوں کے بعض مفکرین اور دانشور جو ’’جاہلیت‘‘ ہی کے خوشہ چیں بن کر رہ گئے ہیں، اس مغربی قدر کو مغربی جانتے ہوئے بھی مسلمانوں کے سر تھوپنا چاہتے ہیں؛ مگر کئی سادہ لوح ’’مساوات‘‘ کو ’’اسلامی قدر‘‘ کے طور پر جانتے ہیں اور اسی حیثیت سے منوانا چاہتے ہیں۔

’’مساوات‘‘ تمام انسانوں کی برابری کا تصور دیتی ہے۔ انسانوں کو معاشی، سیاسی، سماجی، مذہبی، فکری اور صنفی ہر اعتبار سے برابری کا تصور اور اس کا انسان کے بنیادی حق ہونے کی حیثیت میں متبرک ہونا؛ ’’مذہبی‘‘ اعتبار سے کوئی کافر ہے یا مسلمان، مشرک ہے یا موحد، اہل کتاب ہے یا اہل الحاد، ’’مساوات‘‘ ان افراد کو برابری کا درجہ دے گی اور مذہب کے فرق کی بنا پر ان کے مابین کسی قسم کا امتیاز نہ برتا جائے گا۔ جب کہ اسلام ’’عدل‘‘ کا دین ہے، عدل کے مقابل ’’ظلم‘‘ کا لفظ آتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مذہبی اعتبار سے تمام انسانوں کو برابر کا درجہ دے دینا ایک ’’ظلم‘‘ ہے جسے آج کی جاہلیت ’’مساوات‘‘ کا نام دیتی ہے۔

قرآنِ مجید نے کہیں بھی مسلمانوں کو مساوات کا درس نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ’’عدل‘‘ کا حکم دیا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ [النحل:۹۰]

’’اللہ تم کو انصاف کا حکم دیتا ہے۔‘‘

﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ﴾

’’اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔‘‘ [النساء:۵۸]

شیخ محمد بن صالح العثیمین شرح العقیدۃ الواسطیۃ میں لکھتے ہیں:

وَهُنَا يَجِبُ أَنْ نُنَبِّهَ عَلٰى اَنَّ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَسْتَعْمِلُ بَدَلَ الْعَدْلِ: الْمُسَاوَاةُ، وَهٰذَا خَطَأٌ، لَا يُقَالُ مُسَاوَاةٌ لِأَنَّ الْمُسَاوَاةَ قَدْ تَقْتَضِي التَّسْوِيَةَ بَيْنَ شَيْئَيْنِ وَالْحِكْمَةُ تَقْتَضِي التَّفْرِيْقَ بَيْنَهُمَا۔

’’یہاں یہ نشان دہی کرنا ضروری ہے کہ بعض لوگ ’’عدل‘‘ کے بدلے ’’مساوات‘‘ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں جب کہ یہ غلطی ہے۔ پس ’’مساوات‘‘ کی اصطلاح ’’عدل‘‘ کی جگہ پر استعمال نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ کبھی ’’مساوات‘‘ دو چیزوں کے درمیان برابری کا تقاضا کرتی ہے جب کہ ’’حکمت‘‘ انہی دو چیزوں کے درمیان جدا جدا حیثیت کا تقاضا کرتی ہے۔‘‘

شیخ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

وَلِهٰذَا كَانَ اَكْثَرُ مَا جَاءَ فِي الْقُرآنِ نَفْيَ الْمُسَاوَاةِ۔

’’اس لیے قرآنِ کریم میں اکثر وبیشتر مساوات کی نفی کا ہی تذکرہ آیا ہے۔‘‘ مثلاً:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ﴾

’’جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟‘‘ [الزمر:۹]

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ۬﴾ [الرعد:۱۶]

''پوچھو! کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اُجالا برابر ہوسکتا ہے؟''

﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ ﴾ [الحدید: ۱۰]

''جس شخص نے تم میں سے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کیے وہ) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنھوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے) جہاد وقتال کیا۔''

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ ﴾

''تکلیف والوں کے علاوہ جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں، اور جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں، وہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔'' [النساء: ۹۵]

شیخ محمد بن صالح العثیمین مزید لکھتے ہیں:

أَخْطَأَ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ قَالَ: إِنَّ دِيْنَ الْإِسْلَامِ دِيْنُ الْمُسَاوَاةِ بَلْ دِيْنُ الْإِسْلَامِ دِيْنُ الْعَدْلِ۔ وَهُوَ الْجَمْعُ بَيْنَ الْمُتَسَاوِيَيْنِ، وَالتَّفْرِيْقُ بَيْنَ الْمُفْتَرِقَيْنِ، إِلَّا أَنْ يُرِيْدَ بِالْمُسَاوَاةِ: الْعَدْلَ۔ فَيَكُوْنَ أَصَابَ فِي الْمَعْنٰى وَأَخْطَأَ فِي اللَّفْظِ۔

''جو شخص دین اسلام کو 'مساواتی دین' کہتا ہے، اس نے اسلام کی بابت غلطی کھائی ہے۔ اسلام تو دین عدل ہے اور عدل دو برابر چیزوں کو اکٹھا کرنے اور دو مختلف چیزوں کو جدا جدا کرنے کا نام ہے۔ ہاں اگر وہ مساوات بول کر عدل مراد لے رہا ہے تو اس نے درست مفہوم کے لیے غلط لفظ کا انتخاب کیا ہے۔'' (مزید تفصیل 'مکتبہ شاملہ' میں)

اہل کفر اور اہل اسلام کے مابین مساوات:

مساوات کا سبق پڑھانے والے توحید اور شرک، حق اور باطل، خیر اور شر میں کسی تفریق کے قائل نہیں ان کی نظر میں ہر عقیدہ اور نظریہ جسے کوئی انسان قبول کرلے، برابر اہمیت اور حیثیت رکھتا ہے۔ اور کسی بھی عقیدہ کی بنا پر انسانوں کے مابین کوئی تفریق کرنا، بنیادی حقوق کے خلاف اور جرم ہے۔ جب کہ اسلام عقیدہ وایمان کی بنیاد پر انسانیت کو دو واضح گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک اہل ایمان، اہل توحید، انبیاء علیہم السلام کے سچے پیروکار جنھیں عباد اللہ، عباد الرحمٰن، مومنین، مسلمین اور حزب اللہ وغیرہ کے الفاظ سے پکارا جاتا ہے۔ اور دوسرے خواہشاتِ نفس کے بندے کفار، مشرکین، منافقین، درہم ودینار کے بندے اور ''حزبِ شیطان'' کہے جاتے ہیں۔ اوّل الذکر اہل حق ہیں، دنیا میں ہدایت اور آخرت میں نجات پانے والے۔ اور ثانی الذکر ''اہل باطل'' گمراہ اور آخرت میں عذابِ الٰہی کے حق دار یہ دونوں فریق ''مساوی'' کیسے ہوسکتے ہیں؟ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [القلم: ۳۵]

''کیا ہم فرماں برداروں کا حال مجرموں کا سا کردیں؟''

اوّل الذکر ''گروہ'' مسلمانوں کی محبت دوستی اور وَلا کا حق دار ہے جب کہ ثانی الذکر مسلمان کی برات، دشمنی اور غیرت کا مستحق!

مردوزن میں مساوات:

پھر جاہلیت کے علم بردار اسی ''مساوات'' کو ''صنفی'' تفریق مٹانے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مرد اور عورت مساوی ہیں۔ اُنھیں برابر حقوق حاصل ہونے چاہئیں۔ عورت کو مرد کے شانہ بہ شانہ کارگاہِ عمل میں اترنا چاہیے۔ زندگی کے ہر شعبے میں عورت کا کردار ہونا چاہیے اور مرد وعورت کو مخلوط ہونا چاہیے۔ چادر اور چار دیواری پرانے دور کی باتیں ہیں۔ شرم وحیا رجعت پسندی کی یادگاریں ہیں، اگر مرد کو چار شادیوں کی اجازت ہے تو عورت کو بھی برابر ہونی چاہیے ورنہ مرد کے لیے بھی ایک۔ مرد نبی ہوسکتا ہے تو عورت کیوں نہیں؟ مرد سربراہ مملکت بن سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں؟

اس ''صنفی'' مساوات کی دلیل نہ تو کسی نبی کے صحیفے میں ہے نہ عقل سلیم کے وظیفے سے، بلکہ سراسر اہوا اور ظنون ہیں۔شہوات وشبہات ہیں۔خواہشاتِ نفس اور توہماتِ عقل ہیں۔شیطانی وسوسے ہیں، علم وحی سے بغاوت ہے، تعلیماتِ انبیاء سے سرکشی ہے اور عبدیت وبندگی سے اعراض ہے۔

اسلام ہر دو اَصناف (مرد اور عورت) کے مابین انسان ہونے کے ناطہ سے کوئی فرق اور امتیاز روا نہیں رکھتا بلکہ دونوں کو ایک ہی نفس کا جوڑا قرار دیتا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ﴾ [النساء:۱]

''اے انسانو! اپنے ربّ سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا ایک جوڑا پیدا اور ان دونوں سے پھیلائے بہت سے مرد اور عورتیں۔''

﴿ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ﴾ [الروم:۲۱]

''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے پیدا کیں تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں تا کہ تم سکون حاصل کرو ان کے پاس اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔''

یوں بھی جس طرح کوئی مرد اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح عورت بھی، جس طرح مرد پر کچھ ذمہ داریاں اپنے خالق کی طرف سے عائد کی گئی ہیں، اسی طرح عورت پر بھی۔جس طرح مرد کے کچھ حقوق ہیں، اسی طرح عورت کے لیے بھی اور جس طرح مرد قیامت کے دن اپنے ربّ کے سامنے جواب دہ ہے، اسی طرح عورت بھی اپنے عقیدہ وعمل میں اپنے ربّ کے سامنے جواب دہ ہوگی۔جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل:۹۷]

''جو شخص مردوں سے یا عورتوں سے ہو اچھا کام کرے وہی ایمان والا ہے۔ہم اس کو پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور جو وہ عمل کرتے تھے اس کا بہتر اجر عطا کریں گے۔''

مگر جس طرح عورت اور مرد کی خلقت میں فرق ہے، ایسے ہی ان کی ذمہ داریوں اور حقوق میں بھی فرق ہے۔یہی عدل کا تقاضا اور اسلام کی تعلیم ہے۔''صنفی'' حیثیت میں برابری کے اُصول کو ثابت کرنے کے لیے اوّلاً تو کوئی دلیل نہیں دی جا سکتی کہ ''مساوات'' کی قدر تثلیث پر ایمان کی طرح بلا دلیل قبول کی جاتی ہے اور اسے ناقابل بحث قرار دیا جاتا ہے۔

ثانیاً دلیل دی بھی جاتی ہے تو انتہائی بودی کہ جس طرح گاڑی چلنے کے لیے پہیوں کا کردار مساوی ہے، اسی طرح انسانی زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لیے مرد اور عورت دو پہیوں کا کردار ادا کرتے ہیں۔یہ مثال اپنی بنیاد میں ہی غلط ہے۔کیوں کہ گاڑی کے دونوں پہیے اپنے خلقت میں ایک جیسے ہوتے ہیں جب کہ مرد اور عورت اپنی تخلیق میں ہی مختلف پیدا کیے گئے ہیں۔اس کے لیے صحیح تمثیل یہ ہوگی کہ مرد اور عورت کو گاڑی کے دو اہم پرزے قرار دیا جائے جو اپنی خلقت میں مختلف ہونے کے باوجود زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لیے اپنی اپنی اہمیت رکھتے ہیں، لیکن اپنا اپنا مختلف کردار بھی۔یقیناً دونوں میں سے کسی ایک صنف کی غیر موجودگی میں زندگی کی گاڑی نہیں چل سکتی۔مگر دونوں ایک ہی کردار ادا کرنے پر بضد ہوں تو بھی گاڑی تباہ ہی ہوگی۔اگر ایک کو ماں بن کر پیٹ میں بچے کو پالنا، پھر سینے سے چمٹا کر دودھ پلانا اور پھر گود میں تربیت کرنا ہے تو دوسرے کو باپ بن کر اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اور نگہبانی کا فرض ادا کرنا ہے۔

معاشی سرگرمیوں میں مساوات:

معاشی سرگرمیوں میں ہر قسم کے لوگوں کے لیے ہر قسم کے پیشے سے مال کمانا ''مساوات'' کی قدر کا ہی جادو ہے۔کوئی شراب بیچے یا چاول، سود اور جوئے کو آمدنی کا ذریعہ بنائے یا تجارت وصنعت کو۔کوئی عورت جسم فروشی کا دھندہ اپنائے تو اسے Sex worker کا نام دیا

جائے اور کوئی معلّمہ ایمان واخلاق بن جائے تو دونوں مساوی حقوق اور احترام کی حق دار قرار پائیں۔

اسلام ہر طرح کی معاشی سرگرمیوں کو ''مساوی'' درجہ پر نہیں لاتا بلکہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کے خانوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق ومالک ہے، تمام کائنات کا بھی خالق ومالک ہے۔ حلال وحرام قرار دینا اس کا حق ہے۔ اور اس کے حکم کی اطاعت کرنا انسانوں کا فرضِ اوّلیں بلکہ عبادت وبندگی ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر جس کسی کے حکم وقانون کی پیروی کی جائے وہ کوئی فردِ واحد آمر وڈکٹیٹر ہو یا پیر وپنڈت یا اَحبار ورہبان ہوں یا عوام کی نمائندہ اسمبلی، یہ اسی کی بندگی کہلاتی ہے۔ اسلام نے شراب پینے اور بیچنے کو حرام قرار دیا اور دودھ اور مشروبات کو حلال۔ سود، جوئے اور دھوکہ کو حرام قرار دیا اور تجارت وصنعت اور زراعت کو حلال، زنا اور قحبہ گری، غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ، قربانی، نذر ونیاز کو حرام کیا جب کہ نکاح، اللہ کے نام پر ذبیحہ، قربانی اور نذر ونیاز کو حلال۔

پس حرام اور حلال برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟ حرام ذرائع سے کمانے والا، حلال ذرائع سے رزق کمانے والے کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ سود کھانے اور کھلانے والا، اللہ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ کا مرتکب، دنیا میں سزا اور آخرت میں عذاب کا حق دار جب کہ دیانت دار تاجر دنیا میں برکت والا اور آخرت میں نبی کریم ﷺ کا ساتھی۔

ہر طرح کی معاشی سرگرمیوں کو برابر قرار دینا کفر وظلم اور عدل کے منافی ہے۔ ایسی برابری، ایسا تسویہ، ایسی مساوات اسلام کی نظر میں زیادتی اور حرام ہے۔

سماجی مساوات:

''مساوات'' کی قدر سماجی اور سیاسی سطح پر بھی اپنے گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ سماجی سطح پر ہر طرح کا فرق مراتب مٹا دیا جاتا ہے۔ بڑے اور چھوٹے، نیک اور بد، عالم اور جاہل، برابر کی حیثیت کے حامل قرار پاتے ہیں۔ جب کہ اسلام سماج کی سطح پر فرق مراتب کا داعی ہے۔ جس کا معیار تقویٰ قرار پاتا ہے:

﴿ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ﴾ [الحجرات:١٣]

''تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''امام وہ بنے جو قرآن زیادہ جانتا ہو، پھر سنت پر زیادہ عمل کرنے والا، پھر عمر میں بڑا، پھر پہلے ہجرت کرنے والا'' جیسا کہ ابومسعود انصاری سے مروی ہے:

قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ؛ فَإِنْ كَانُوْا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ [سنا]))

[صحيح مسلم:٦٧٣]

''فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو۔ اگر سنت میں برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو۔''

سماجی حیثیت کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کا ایک اور فرمان بھی قابل توجہ ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا)) [سنن ترمذی:١٩١٩]

''حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑے کی عزت نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔''

سیاسی مساوات:

سیاست میں ''مساوات'' One Man, One Vote کو جنم دیتی ہے۔ کوئی Ph.D ہے یا انگوٹھا چھاپ، کوئی انتہائی نیک وپرہیزگار آدمی ہے، یا کمینہ وبدکردار سب کی حیثیت ''مساوی'' ہے اور ہر کسی کو ایک ووٹ کا حق حاصل ہے۔ کوئی کافر ہے یا مسلمان، مرد ہے یا عورت،

پختہ عمر ہے یا نوجوان، ہماری جدید جاہلیت سب کو ایک آنکھ سے دیکھتی ہے، شاید دجال کی طرح اس کی بھی دوسری آنکھ ہے ہی نہیں۔

عبادات میں مساوات:

''عبادت'' میں بھی مساوات کی قدر کفر و اسلام اور شرک و توحید کو یکساں سطح پر لانے میں اپنا کردار خوب نبھاتی ہے۔ کوئی بتوں کا پجاری ہو یا قبروں کا مجاور، کوئی جاہلیت لٹکائے یا David Star، کوئی اللہ پروردگار عالم پر جان نچھاور کرے یا مٹی کی دھرتی پر مر مٹے، کوئی مرنے والے کے لیے دعا کرے، ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرے یا موم بتی روشن کرے یا پھولوں کا گلدستہ رکھے۔ عبادت بجا لانے کو مسجد بنائے، مندر بنائے، چرچ بنائے، پگوڈہ بنائے، ٹیمپل بنائے یا گوردوارہ بنائے، جاہلیت جدیدہ کی نظر میں سب حق ہے، سچ ہے، انسانی حقوق ہیں، آزادی ہے اور مساوات ہے۔ کوئی باطل نہیں، کوئی جھوٹ نہیں، اسلام اور غیر اسلام کی کوئی تفریق نہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم اور مخلوق کی روایات سب برابر ہیں۔

الغرض ''مساوات'' اپنی حقیقت میں حق و باطل، اور سچ و جھوٹ کو برابر کر دینے کا نام ہے۔ حفظ مراتب اور فرقِ مراتب کو تباہ و برباد کر دینے کا نام ہے۔ اور یہ ظلم ہے، عدل کے منافی ہے۔ عدل کی ضد ہے۔ اسلام ''عدل'' کا دین ہے۔ ''انصاف'' کو پسند کرتا ہے۔ قسط کا حکم دیتا ہے۔ حق اور اہل حق کو صدق پر فوقیت دیتا ہے، اور اہل صدق کو خیر، اور اہل خیر کو باطل پر فوقیت دیتا ہے، اور اہل باطل پر کذب، اور اہل کذب کو شر اور اہل شر پر فوقیت دیتا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا اور علیحدہ جانتا ہے۔ اوّل الذکر کے لیے جنت اور اللہ کی رضا اور آخر الذکر کے لیے عذابِ جہنم اور اللہ کی لعنت کی وعید سناتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ عدل و قسط کو پسند فرماتا ہے، عدل و قسط کا حکم دیتا ہے۔ عدل کے قیام کے لیے اپنے پیغمبروں کو مبعوث فرماتا ہے، ظلم و زیادتی کو ناپسند فرماتا ہے۔ ظلم و زیادتی کو مٹانے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ کے پیغمبر ظلم کو مٹانے کی جدوجہد اور محنت کرتے رہے۔ سب سے بڑا ظلم شرک ہے:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان:۱۳]

اور سب سے بڑا عدل ''توحید'' ہے۔ شرک کرنے والا ہمیشہ جہنم کا ایندھن بنے گا:

﴿مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ﴾

[المائدة:۷۲]

اور ''توحید'' کا حامل آخر کار لازماً جنت میں جائے گا:

((من مات من أمتي لا يشرك بالله شيئا دخل الجنة ۔)) [صحیح بخاری:۳۲۲۲]

ان قرآنی حقائق کا اعتقاد رکھ کر یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ شرک کرنے والا، توحید ماننے والے کے برابر ہو سکتا ہے۔ ''مساوات'' کا اُصول یہاں ظلم عظیم کے مترادف ہے۔

عدل کیا ہے؟

عدل کیا ہے؟ عدل کی سادہ سی تعریف یہی ہے کہ ''حق دار کا حق ادا کرنا'' یعنی جس چیز کا جو حق ہے، وہ اسے دینا ''عدل'' کہلاتا ہے۔ عدل کا مفہوم علماء بیان کرتے ہیں:

اَلتَّسْوِيَةُ بَيْنَ الْمُتَمَاثِلَاتِ وَالتَّفْرِقَةُ بَيْنَ الْمُخْتَلِفَاتِ

''ہم مثل چیزوں میں برابری قائم کرنا اور مختلف چیزوں کے درمیان تفریق کا رویہ اپنانا۔''

اس تعریف کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی شے کا حق کیا ہے؟ یہ کیسے معلوم ہوگا؟ اس کا جواب ہے: ''شریعت اسلامی'' یعنی شریعت اسلامیہ ہی عدل و توازن اور اعتدال کا نام ہے اور کفر اپنی تمام تر تشریحات میں ظلم، بے انصافی اور عدم اعتدال ہے۔ اس اعتبار سے ظلم و بے انصافی اور عدمِ اعتدال پر مبنی وہ فیصلہ و حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ اور شریعت سے ہٹا ہوا ہو، قرآنِ مجید میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

''اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہی ظالم ہیں۔'' [المائدة:٤٥]

﴿وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ﴾

[النساء:۵۸]

''اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔''

عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

((كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ نَبَأُ مَا كَانَ قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ، وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ ...... مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ، وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ)) [سنن ترمذی: ۲۶۰۹]

''یہ اللہ کی کتاب ہے جس میں گزشتہ قوموں کے حالات ہیں اور آنے والے واقعات کی خبر ہے۔ یہ کتاب تمہارے درمیان پیش آنے والے مسائل کے لیے فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ یہ فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، کوئی مذاق نہیں ...... جس نے اس کی بناء پر کوئی بات کہی تو سچ بولا، جس نے اس کی بنا پر عمل کیا تو وہ اجر کا مستحق ہو گیا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا تو اس نے عدل کیا۔''

اسلام ''دین عدل'' ہے۔ بندہ ہونے کے ناطے مرد اور عورت برابر ہیں تو نماز کی ادائیگی اور روزہ رکھنا دونوں پر فرض ہے۔ صنفی اعتبار سے مختلف ہیں تو عورت کے لیے حیض کے دنوں میں نماز معاف اور روزہ قضا کر دیا گیا۔ وراثت کا حق دار تو دونوں کو قرار دیا گیا، لیکن ذمہ داریوں میں فرق کی وجہ سے حق میں تفریق کر دی گئی۔ معاشی سرگرمیوں کی اجازت دونوں کے لیے ہے لیکن فریضہ یہ مردوں کا قرار پایا۔ جہاد میں شرکت کی اجازت دونوں کے لیے ہے، لیکن فرض مردوں پر ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے گورا اور کالا، عربی و عجمی، امیر و غریب پیدا کیا، اس بنیاد پر تفریق کو حرام قرار دیا۔ مگر انسان کی روحوں سے ''عہد الست'' لے کر توحید کی تعلیم دی۔ پھر انہیں فطرتِ سلیم پر پیدا کیا۔ پھر آسمانوں سے وحی کا نور نازل کیا۔ اب کچھ لوگوں نے وحی کے نور اور نورِ فطرت پر لبیک کہا اور اللہ کا فرماں بردار یعنی ''مسلم'' بن گئے اور دوسرے لوگوں نے نہ صرف نورِ وحی کا کفر کیا بلکہ نورِ فطرت کو بھی مسخ کرنے پر تلے رہے۔ اللہ کے باغی و سرکش بن کر زندگی بسر کی، ایسے لوگ کافر کہلائے۔

دونوں کے حقوق و فرائض برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ دونوں مساوی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز اور دوسرا اسفل السافلین میں جا گرا۔ جانوروں سے بھی بدتر درجہ میں! یوں اسلام تمام ''اَدیانِ عالم'' یعنی زندگی گزارنے کے مختلف طریقوں کو برابر حیثیت دینے کے لیے قطعاً تیار نہیں بلکہ اللہ کے دین کو ''الحق'' اور باقی تمام اَدیان کو باطل قرار دیتا ہے اور انبیاء و رسل کو ''حق'' کے غالب کرنے اور باطل کو مٹانے کے لیے مبعوث کرتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِىْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ [الصف: ۹]

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب اَدیان پر غالب کر دے۔''

[بہ شکریہ ''محدث'' لاہور]

نقطۂ نظر

اسلام اور دہشت گردی

حکیم ابو عامر سیف اللہ

مغربی اقوام نے اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی ہر سطح پر ناپاک کوشش کی۔ گزشتہ تین صدیوں سے بالخصوص عصر حاضر میں متعصبین یورپ اسلام کو دہشت گردی سے تعبیر کرنے کا پراپیگنڈہ خوب پھیلا رہے ہیں جس سے نام نہاد کلمہ گو مقلدین یورپ بھی اس طوفان بلاخیز میں ع ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' کا مصداق ٹھہرے۔ جب کہ تاریخی تناظر میں اقوامِ عالم کے عروج وزوال کا مطالعہ کرنے سے حقائق اس کے برعکس کھل کر سامنے آتے ہیں۔

اسلام کے خلاف بغض وعناد کے شعلے اگلنے والے عناصر پیغمبر اسلام سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ومطہرہ کو مجروح ومتہم کرنے کی ناپاک جسارت میں مگن ہیں۔ آپ ﷺ کی طرف منسوب (نعوذ باللہ) خاکے بنا کر ''عظیم دہشت گرد'' کے طور پر دنیا کو دکھا کر اپنے سینے کی آگ ٹھنڈی کرتے ہیں۔ ان تمام حرکاتِ خبیثہ کے باوجود اسلام کی اشاعت کا دائرہ وسیع تر ہو رہا ہے۔ اور ان کی سر توڑ کوششوں کے باوجود عالم اسلام کفر کی گرفت سے نکلا جا رہا ہے۔

''چاند پر تھوکا اپنے منہ پر آتا ہے'' کے مصداق دشمنانِ رسالت مآب ہر دور میں نامراد وناکام ٹھہرے۔ جب کہ آپ ﷺ کی عظمت ورفعت کی اذانیں کائنات کی فضاؤں کو معطر کر رہی ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ چھپنے والی اور پڑھی جانے والی کتاب ''قرآنِ مجید'' ہے اور سب سے زیادہ قابل مطالعہ شخصیت آپ ﷺ ہیں۔ سیرت طیبہ کی کتابیں دنیا کی ہر زبان وعلاقہ میں پھیل چکی ہیں۔

مغربی مفکر مائیکل ہارٹ (Michle Heart) اپنی کتاب ''ایک سو عظیم شخصیات'' (The Hundred) میں دنیا کا عظیم ترین لیڈر، راہنما اور دانا شخص سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو قرار دیتا ہے اور سرفہرست پیش کرتا ہے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء۔

یہ وہ فضیلت ہے جس کی گواہی دشمن نے بھی دی۔

رسولِ اکرم ﷺ کے تیئیس سالہ دورِ نبوت کا پرامن تاریخی انقلاب دنیا میں ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جب اپنے دورِ اقتدار کا آغاز کیا تو آپ ﷺ کو تقریباً ہر مہینے میں کسی نہ کسی جنگ کا سامنا رہتا تھا۔ دس سالہ مدنی دور میں آپ ﷺ کی سرپرستی میں لڑی جانے والی جنگیں ۸۲ ہیں، ان ۲۸ جنگوں میں آپ ﷺ بہ ذاتِ خود شریک ہوئے۔ ان تمام جنگوں میں ۴۵۹ مسلمان شہید ہوئے اتنے ہی مخالفین قتل ہوئے۔ ان مہمات میں گیارہ مسلمان کفار کے قیدی بنے جب کہ ۶۵۴۶ غیر مسلم، مسلمانوں کی قید میں آئے۔ فریقین کے زخمیوں کی مجموعی تعداد تقریباً تین سو بنتی ہے۔ اس عظیم اسلامی انقلاب میں فریقین کے کل ۹۱۸/ افراد لقمہ اجل ہوئے۔ تجزیاتی نقطہ نظر سے گویا کہ ایک جنگ میں گیارہ سے بیس فیصد افراد نے اپنی جانوں کا نذرانہ دیا۔

فتح مکہ کے عظیم اور اہم ترین موقعہ پر صرف ۹/ افراد قتل کیے گئے جو اسلام کے خلاف سخت زبان درازی کرتے تھے۔ آپ ﷺ چاہتے تو اہل مکہ سے گن گن کر بدلے لیتے اور خون کی ندیاں بہا دیتے لیکن آپ ﷺ نے معافی و درگزر کے در کھول دیئے۔

سالارِ امت ﷺ جب دس ہزار قدسیوں کا لشکر لے کر سوئے مکہ روانہ ہوئے تو راستے میں عرج اور طلاب کے درمیان ایک مقام پر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک کتیا اپنے پلوں کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے جمیل بن سراقہ کو وہاں پر متعین کر دیا کہ تم یہاں پر ان ماں بچوں کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور ان کا خیال رکھو کہیں لشکر کی کوئی سواری اور بار برداری کا کوئی جانور غلطی سے انہیں روند نہ ڈالے۔

آپ ﷺ اس قدر حلیم الطبع تھے کہ قتل ناحق تو در کنار بلکہ کسی کو دکھ

اور تکلیف میں مبتلا بھی گوارہ نہیں کرتے تھے۔ انسان تو انسان بلکہ حیوانات کے لیے بھی رحمت تھے۔ ہے کوئی دنیا کا لیڈر یا مذہب جس نے دنیا میں اتنا عظیم غیر خونی انقلاب (Blood Less Revolution) برپا کیا ہو؟ اس عظیم انقلاب کے نتیجے میں دنیا کے سامنے جو نظام ومعاشرہ پیش کیا اس کی برکات قیامت تک وسیع ہیں۔

اس کے برعکس مخالفین اسلام کی تاریخ بھی ملاحظہ فرمائیں:

فرانس نے جب جمہوری نظام برپا کیا تو اس کے لیے قتل وغارت کا بازار اس قدر گرم کردیا کہ فرداً فرداً لوگوں کو قتل کرنا ممکن نہ رہا تو انہیں گلوٹیں ایجاد کرنا پڑیں جو بیک وقت بیسیوں انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتی تھیں۔ مؤرخین کے اندازے کے مطابق اس خونی انقلاب میں ۶۶ لاکھ افراد گلوٹوں کی بھینٹ چڑھ گئے۔

۱۹۱۴ء کی ہولناک جنگ عظیم میں یورپی ممالک نے جرمنی سے اپنی ریاستوں کی آزادی کے لیے قتل وغارت کا طوفان برپا کردیا جس میں روس کے ۱۷/لاکھ، فرانس کے ۱۳/لاکھ ۷۰ ہزار، اٹلی کے ۴/لاکھ ۶۰ ہزار، آسٹریلیا کے ۸/لاکھ، برطانیہ کے ۷/لاکھ ۶/ہزار اور ترکی کے ۲/لاکھ ۵۰ ہزار انسان قتل ہوئے، جن کی مجموعی تعداد ۳۷ لاکھ ۳۸ ہزار بنتی ہے۔

طاقت کے نشہ میں مخمور عالمی طاقتوں نے ۵/اگست ۱۹۴۵ء کو دوسری جنگ عظیم کے موقعہ پر بھی انسانیت کے چیتھڑے اڑادیئے اور کشتوں کے پشتے لگادیئے۔ اس جنگ میں دوسری مرتبہ پھر کھربوں پاؤنڈ اور ڈالر دریا کی طرح بہادیئے گئے۔ اس وقت صرف امریکہ نے ۳۵۰/ارب ڈالر خرچ کر ڈالے۔ اس جنگ میں روس کے ۷ لاکھ ۵۰ ہزار افراد، امریکہ کے ۳ لاکھ، برطانیہ کے ۵ لاکھ ۵۰ ہزار، فرانس کے ۲ لاکھ، جرمنی کے ۸ لاکھ ۵۰ ہزار، اٹلی کے ۳ لاکھ، چین کے ۲۲ لاکھ اور جاپان کے ۱۵/لاکھ انسان صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیئے گئے۔ ان تمام مقتول انسانوں کی مجموعی تعداد ا کروڑ ۶ لاکھ بنتی ہے۔ ایک کروڑ سے زائد شہری بے گھر ہوگئے۔ لاکھوں انسان معذور ہوگئے، ایٹمی اثرات کی وجہ سے ان کی نسلیں آج بھی معذور پیدا ہورہی ہیں۔

دہشت گردی کا الاپ الاپنے والے اور اسلامی ممالک کی ایٹمی ٹیکنالوجی کے مخالف امریکہ نے جنگ عظیم دوم (۱۹۴۵ء) میں جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر ۲ لاکھ ۵۷ ہزار انسانوں کو لمحہ بھر میں ہوا میں تحلیل کردیا۔ جانور رہے نہ پرندے۔ جو لوگ بچ گئے وہ زندہ درگور تھے۔ چشم فلک نے زمین پر اس طرح کا ظلم کبھی نہیں دیکھا کہ ۱۲ ہزار ٹن وزنی بم شہری آبادیوں پر برسا دیئے گئے جس سے درجہ حرارت ۵ لاکھ ڈگری فارن ہائیٹ سے بھی تجاوز کرگیا۔ اس قیامت صغریٰ میں سرسبز وشاداب درخت اور ہریالی بھی جل کر خاکستر ہوگئی۔ صرف ''جنکو بائی لوبا'' کے پودے قدرے سلامت بچے۔

۱۷۷۶ء سے اب تک امریکی فوجیں ۲۲۰ مرتبہ اقوامِ عالم کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرچکی ہیں۔ ان ۲۳۴ سالوں میں ۲۲۰ مرتبہ دہشت گردی کی یہ شرح کسی بھی ملک کی جارحیت سے بیسیوں اور بیشتر صورتوں میں کئی سو گنا زیادہ ہے۔

تاریخ کے بڑے بڑے دہشت گردوں میں سے چنگیز خاں کا نام بھی پیش پیش ہے جس نے ۳۴ ملین انسانوں کو ناریلوں کی طرح اڑا کر رکھ دیا۔ ہلاکو خان ۴ ملین انسانوں کا خون پی گیا۔ تیمور لنگ کی خون آشام تلواروں نے ۱۴ ملین انسانوں کو تہ تیغ کردیا۔ اسی طرح جرمن نازی رہنما ایڈولف ہٹلر نے ۲۱ ملین انسانوں کو قتل کرکے پرتِ ارض کو لہو سے سرخ کردیا۔ دہشت گردی کی بھینٹ چڑھنے والے ان مقتولوں کی تعداد ۷۳ ملین افراد بنتی ہے۔

آیئے اب صرف امریکہ کا جائزہ لیتے ہیں جس کے کھاتہ میں ساڑھے اکہتر ملین افراد کا قتل ہے۔ مثلاً ریڈ انڈین ۱۰۰ ملین، افریقن ۶۰ ملین، ویت نامی ۱۰ ملین، عراقی ۱ ملین اور افغان نصف ملین افراد امریکی بارود کی بارش میں لہو کی سرخ چادر اوڑھ کر ابدی نیند سو گئے۔

اب اندازہ لگائیں کہ ۷۳ ملین انسانوں کے قاتل چنگیزوں اور ہلاکوؤں کو تو مؤرخین ''انسانیت کے قاتل'' کہیں جب کہ ۱۷ ملین سے بھی زیادہ مقتولوں کے خون خوار امریکہ کی دہشت گردی کو کیا نام دیں گے؟

۱۹۵۵ء میں کورین جنگ میں ۱۵ لاکھ انسان قتل کردیئے گئے۔ ۱۹۹۰ء کی گلف وار میں ۱ لاکھ انسان قتل ہوئے۔ روس افغان جنگ میں ۲۵ دسمبر ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۹ء تک دس لاکھ سے زائد انسان قتل ہوئے اور اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ سانحہ نائن الیون کے بعد افغانستان پر پہلے

ہلکی پھر شدید خطرناک اور تباہ کن بمباری کی گئی۔۲۰۰۳ء میں عراق پر تاریخ کا بدترین حملہ کیا گیا۔ ان حملوں میں ایک اندازے کے مطابق ۱۲/ لاکھ عراقیوں اور ۶ لاکھ افغانیوں سمیت ۲۲ لاکھ افراد لقمہ اجل ہو گئے اور لاتعداد لوگ زخمی ہو گئے۔

امریکی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی رپورٹ کے مطابق افغانستان میں صرف ایک سال میں اوسطاً ۳۰۰۰ سے ۳۵۰۰۰ افراد مر رہے ہیں۔ افغان عوام کو ۱۵ طالبان کے بدلے میں ۲۰۰ سویلین کی قربانی دینا پڑتی ہے۔

رعونت، نخوت، تکبر، خون آشامی، غارت گردی، درندگی اور سفاکی کے سفیر اہل اسلام سے کہتے ہیں کہ ہم امن پسند اور روشن خیال ہیں اور تم انتہا پسند اور دہشت گرد ہو۔

اسلام اور اہل اسلام پر دہشت گردی کا الزام تھوپنے کے پس پردہ یہودی ہیں، جو دنیا کی تاریخی مکار، عیار، شریر اور ملعون قوم ہے۔ جنھوں نے ہمیشہ اسلام کے خلاف بغض وعداوت کے گولے داغے۔ آج یہود نصاریٰ مسلمانوں کے خلاف یک جان دو قالب کی صورت متحد ہیں۔ مکار یہود اپنی تاریخ بخوبی جانتے ہیں کہ آج سے دو ہزار سال قبل عیسائیوں نے یہودیوں کو یروشلم سے ذلیل کر کے نکالا۔ یہودیوں کا قتل عام اس قدر کیا گیا کہ عیسائی شاہسواروں کے گھوڑوں کے سم یہودیوں کے خون میں ڈوبے دکھائی دیتے تھے۔ عراق وافغانستان سمیت عالم اسلام کو سیاسی، معاشی، سماجی، ثقافتی اور تعلیمی میدان میں نقصان پہنچانے کی مہم کے پس پردہ یہودیت کا ہاتھ کارفرما ہے۔

اسلامی ممالک میں سے پاکستان کی جوہری توانائی یہودیوں کے اسیر امریکہ کے حلق کا کانٹا بنی ہوئی ہے اور ایران کی ایٹمی ٹیکنالوجی اس کی آنکھوں میں کھٹک رہی ہے جب کہ اسرائیل کے پاس ۲۶۰ سے زائد ایٹم بم اور ہر روز کی بمباری و دہشت گردی اسے امن نظر آتا ہے۔

ظلم کی رات جتنی بھی لمبی ہو مگر اس کے بعد سویرا ضرور ہوتا ہے۔ پو پھٹتی ہے اور سپیدۂ سحر کی روشنی افق پر چار دانگ عالم پھیل جاتی ہے۔ دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں رکاوٹ بننے والے خود نیست ونابود ہو گئے، ہو رہے ہیں اور ہوں گے۔ حسد وبغض میں تلملانے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ امت مسلمہ ہر سنگین اور کٹھن حالات ہونے کے باوجود بھی روشن ملت پر قائم ہے۔

مسلمان اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں کیوں کہ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں اور خوشخبریاں ان کے لیے مینارۂ نور ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ

" قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى زِلة الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا ۔"

''میں نے تم کو روشن ملت پر چھوڑا ہے جس کی راتیں اس کے دنوں کی طرح روشن ہیں۔'' [سنن ابن ماجه، سنده صحيح]

ان الله ذوى لى الارض فرايتُ مشارقها ومغاربها، وانَّ امتى سيبارغ ملكها ما زُوى لِى منها ۔

[صحيح مسلم]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ساری زمین اکٹھی کر کے مجھے دکھائی۔ میں نے اس کے مشرقی اور مغربی علاقے دیکھ لیے۔ بے شک میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جو مجھے دکھایا گیا۔''

یقیناً ایک وقت ضرور آئے گا کہ جب زمین کے مشرقی علاقے جاپان، تائیوان، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ اور زمین کے مغربی علاقے کینیڈا، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور میکسیکو سب اسلام کے زیر نگیں ہوں گے اور ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا پرچم مشرق ومغرب میں لہرا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

" الاسلام يعلُو ولا يُعلٰى عليه ۔" [شرح معانى الاثار سندهٔ حسن]

''اسلام غالب ہوگا اور مغلوب نہیں ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اسلام کو زیادہ ہی کرتا رہے گا جب کہ مشرکین اور ان کے شرک میں کمی آتی رہے گی حتی کہ سوار سفر کرے گا تو اسے جور کے سوا ڈر نہیں ہوگا۔ اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایک دن ایسا آئے گا کہ جب یہ دین وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں وہ ستارہ نظر آتا ہے۔ [حلية الاولياء، سندهٔ صحيح]

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

" بشر هذه الامة بالسناء والنصر والتمكين ـ"

''اس امت کو سربلندی، نصرت اور زمین پر اقتدار (حکومت) کی خوش خبری دے دو۔'' [مسند احمد سندهٔ حسن]

" لن يبرح هذا الدينُ قائماً يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتّٰى تقوم الساعة ـ" [صحيح مسلم]

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک دین اسلام کے دفاع کے لیے لڑتی رہے گی۔''

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان سے کیا ہوا یہ وعدہ ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ ﴾ [النور: ۵۵]

''تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں، اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا خلیفہ بنائے گا جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جما دے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا۔''

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة: ۳۲،۳۳]

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے۔ گو کافر برا جانیں۔ وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے دیگر تمام مذاہب پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔''

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

برطانیہ میں پہلی مسجد ۱۸۸۹ء میں تعمیر کی گئی جب کہ آج برطانیہ میں ۱۲،۰۰۰ سے زائد مسجدیں قائم ہیں۔ اسلامی ادارے اور یونٹ اس کے علاوہ ہیں اور مسلمانوں کی تعداد بیس لاکھ سے بھی تجاوز کر رہی ہے۔

۹/۱۱ کے بعد پہلے نو مہینوں میں ۳۴ ہزار امریکی مسلمان ہوئے۔ دیگر یورپی ممالک میں اشاعت اسلام کی ترویج اس کے علاوہ ہے۔ لوگ اصل فطرت انسانی کی طرف ہی لوٹ رہے ہیں۔ اسلام کے امڈتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر کفار حسد وبغض کے انگارے اُگل رہے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں ایک امریکی مفکر نے اپنے ریمارکس پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا اصل ہدف روس نہیں بلکہ ''اسلام'' ہے۔ جو ۲۰۳۰ء تک دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن جائے گا۔

جب پاکستان کی آبادی بارہ کروڑ تھی تو پاکستان سمیت عالم اسلام کی آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے سخت اقدامات کیے گئے۔ کروڑوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود اب پاکستان کی آباری اٹھارہ کروڑ سے بھی آگے بڑھ رہی ہے جب کہ دیگر ممالک میں مسلم آبادی لامتناہی ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی بڑھتی ہوئی پذیرائی پر عالم کفر بوکھلا گیا اور اہل اسلام کو (نعوذ باللہ) دہشت گردی سے جوڑنے کی سازش کرنے لگا۔ حالاں کہ دین اسلام کے علاوہ دیگر تمام مذاہب اللہ کی زمین پر فتنہ وفساد اور دہشت گرد ہیں۔

ابھی کچھ عرصہ کی بات ہے بالآخر اسلام اور کفر کی جنگ کا یہ منظر ختم اور ایک دوسرا منظر ''میدانِ عدل وانصاف'' سامنے ہوگا، جس کا قاضی قادرِ مطلق خود ہوگا۔ مالک الملک اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا کہ اس کی زمین پر دہشت گرد کون تھا۔ اہل حشر مالک کبریا کو اس طرح دیکھ رہے ہوں گے جس طرح دنیا والے سورج یا چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔ وہ مالک اپنے محبوب بندوں سے پیار کرے گا جو اس کی راہ میں کفر یہ دہشت گردی کا نشانہ بنتے تھے۔ انہیں اپنی جنتیں الاٹ کرے گا اور دین اسلام کے دشمن دہشت گردوں کو اپنی دوزخ میں عذاب دے گا۔

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

تفسیری نکات وافادات

از: امام ابن قیم

جمع وترتیب اور ترجمہ: مولانا عبدالغفار حسن

ناشر: مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور (ومکتبہ اسلامیہ، کوتوالی روڈ، فیصل آباد) سفید کاغذ اچھی کمپوزنگ، بہتر طباعت، خوب صورت جلد

ضخامت: ۴۴۸ صفحات

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

قرآنِ مجید وہ آخری کتاب ہدیٰ ہے جو اللہ کی طرف سے قلب پیغمبر (ﷺ) پر نازل ہوئی۔ قرآن کے نزول سے پہلے بھی بعض انبیائے کرام پر کتابیں نازل فرمائی گئیں، لیکن ان کتابوں اور قرآنِ مجید میں فرق یہ ہے کہ تاریخ کی ستم ظریفیوں اور ان انبیاء کی امتوں کی بد عملیوں کی وجہ سے ان کتابوں کے احکام اس قدر مسخ ہوئے اور ان پر تحریف وتغیر کے اتنے دور آئے کہ ان کا سر رشتۂ عمل معاشرے سے بالکل کٹ گیا۔ اس کے برعکس قرآنِ مجید اللہ کا وہ پاکیزہ ترین بول اور وہ مقدس ترین نطق جبریل ہے کہ جب سے نازل ہوا ہے، اس کے ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف، بلکہ زبر، زیر، پیش اور نقطے تک کو اسلامی معاشرے میں رگِ جاں کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ جس طرح چودہ سو سال پہلے یہ اپنے وقتِ نزول میں تھا، اسی طرح اور اسی شکل میں آج تک موجود ہے۔ اس طویل مدت میں مسلمان عمل وحرکت کے بے شمار انقلابات سے دوچار ہوئے۔ ان پر بہت سے اذیت ناک وقت بھی آئے اور آرام دہ فضاؤں سے گزرنے کے مواقع بھی انھیں میسر رہے۔ لیکن انھوں نے قرآن کی ہر حالت اور ہر دور میں پوری حفاظت کی۔ کروڑوں اربوں دلوں میں قرآن نے بسیرا کیا۔ لاتعداد ذہنوں کو بدلا اور اَن گنت لوگوں کے زاویۂ فکر میں اس کی وجہ سے نہایت خوش گوار اثرات کی لہریں ابھریں اور ان کے عملی خدوخال میں نکھار پیدا ہوا۔

قرآنِ مجید واحد الہامی کتاب ہے جس پر اتنا کچھ لکھا گیا کہ اسے شمار میں نہیں لایا جا سکتا۔ کسی خوش بخت مصنف نے اس کے واقعات وقصص کی تفصیل بیان کی، کسی نے اس کی ادبی حیثیت کی وضاحت فرمائی، کسی نے اس کی فصاحت وبلاغت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا، کسی نے اس کے صرفی نحوی قواعد کی صراحت کی، کسی نے اس کے طریق موعظت وتذکیر کو نمایاں کرنے کا فریضہ سرانجام دیا، کسی نے اس کے اسلوبِ تبلیغ کو موضوع گفتگو ٹھہرایا، کسی نے اس کے داعیانہ انداز کو ہدف بحث قرار دیا، کسی نے مختلف آیات کی شانِ نزول کو بیان کرنا ضروری سمجھا، کسی نے اس میں بیان فرمودہ فقہی مسائل کی نشان دہی کی، کسی نے اس سے سائنس کے اصولوں کو کشید کیا، کسی نے اس کے معجزانہ طرزِ کلام سے قارئین کو متعارف کرایا، کسی نے اس کے فلسفیانہ نہج بیان پر گفتگو کی۔ غرض ہر اہل علم نے اپنے ذوق کے مطابق اسے سمجھنے کی کوشش کی۔ اسی طریق تحقیق کے متعلق فرمایا گیا ہے:

﴿ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾ [البينة: ٤]

(اس میں مستند اور استوار کتابیں موجود ہیں۔) یعنی قرآنِ مجید بہت سے مضامین ومشمولات کا قلب نواز وروح پرور مجموعہ ہے۔

بے شبہ قرآن کا یہ اعجاز ہے، جس میں کوئی الہامی کتاب اس کی حریف نہیں۔ بوقلموں علوم ومعارف کی یہ دلآویز یک جائی قرآن کے سوا کسی آسمانی نوشتے میں نہیں پائی جاتی۔ یہ ہر اعتبار سے مکمل اور حکمت ودانائی کا گنجینہ ہے۔ یہ وہ صحیفہ خداوندی ہے، جسے ضرورت وحالات کی مناسبت سے بہ تدریج تئیس برس کے طویل عرصے میں نازل فرمایا گیا، اس سے قبل کی تمام الہامی کتابیں ایک ہی وقت میں نازل کی گئیں۔ لیکن قرآن کا معاملہ یہ ہے کہ جیسے جیسے ضرورت پیش آئی اور جن جن باتوں کا حالات نے تقاضا کیا،

ان کا نزول ہوتا گیا۔ یوں قرآنی علوم ومعارف میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ابتدا ہی سے اضافے کا عمل جاری رہا۔ رفتہ رفتہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ عبادات ومعاملات کی ہر اہم اور بنیادی بات اللہ نے قرآن میں بیان فرما دی اوراس سے تعلق رکھنے والوں کے علم میں آ گئی۔

﴿ وَمَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ [الانعام: ۳۸]

(اور ہم نے کتاب میں کسی چیز کے درج کرنے میں فروگزاشت نہیں کی۔)

ہمارے جلیل المنزلت اسلاف نے (اللہ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے) قرآنِ مجید کے تمام پہلوؤں کی وضاحت فرما دی ہے، کہیں تفصیل سے اور کہیں اختصار سے۔ اسلاف کی اس برگزیدہ جماعت میں امام ابن قیم رحمہ اللہ کا اسم گرامی نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ وہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے لائق ترین شاگرد تھے، جنھوں نے سولہ سال ان کی شاگردی میں گزارے اور تمام علوم متداولہ ان سے پڑھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، لغت، تاریخ، ادب، اسماء الرجال وغیرہ ہر علم میں مرتبہ بلند پر پہنچے۔ زہد وعبادت میں بھی یگانۂ روزگار تھے۔ اللہ نے ان کو بہت سے اوصاف سے نوازا تھا۔ درس وتدریس اور تصنیف وتالیف ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا، جس میں وہ عمر بھر مشغول رہے۔ ان کی تصانیف کو اہل علم میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ تفسیر قرآن کا بارگاہِ الٰہی سے انھیں جو ملکہ عطا فرمایا گیا تھا، وہ انہی کا حصہ تھا اور اس میں وہ بے پناہ عبور رکھتے تھے۔ انھوں نے صرف ساٹھ برس عمر پائی۔ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۔ رجب ۷۵۱ھ کو دمشق میں ان کا انتقال ہوا۔

ان کی ہر کتاب اپنے موضوع کی وضاحت وجامعیت کے لحاظ سے ممتاز درجہ رکھتی ہے۔ انھوں نے پورے قرآنِ مجید کی تفسیر (کتابی شکل) میں نہیں لکھی، لیکن قرآن کی بہت سی آیتوں اور متعدد سورتوں کا نہایت دقت نظر سے مطالعہ کر کے ان سے جو عمدہ ترین نکات اخذ کیے، ان کی حیثیت بلاشبہ تفسیر ہی کی ہے جو ان کی کتابوں (بدائع الفوائد، مدارج السالکین، مختصر الصواعق المرسلہ، التبیان فی اقسام القرآن وغیرہ) میں جگہ جگہ بکھرے پڑے ہیں۔ یہ نکات برصغیر کے نامور فاضل مولانا عبدالغفار حسن رحمانی عمرپوری نے یک جا کر دیے ہیں۔

مولانا ممدوح کو قرآنِ مجید سے بھی بے حد قلبی لگاؤ تھا اور امام ابن قیم کی تصانیف سے بھی انھیں انتہائی رغبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنے علمی سفر کے ابتدائی دور ہی میں امام کے ان تفسیری افادات ونکات کی جمع وتدوین اور ان کے اردو ترجمے کو اپنی دلچسپیوں کا محور قرار دے لیا تھا، ان افادات ونکات کی حیثیت ایک مستقل تفسیر کی ہے۔

مولانا عبدالغفار حسن کا آبائی تعلق ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع مظفر نگر کے موضع عمر پور سے تھا۔ اس گاؤں کو ان کے خاندان کا مسکن ہونے کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور اس کا یہ مکین خاندان علمی حلقوں میں عمرپوری خاندان کہلایا۔ مولانا کے والد مکرم کا اسم گرامی حافظ عبدالستار عمرپوری اور جد امجد کا مولانا عبدالجبار عمرپوری تھا۔ کئی پشتوں سے اس خاندان کے تقریباً تمام افراد علم وعمل کی دولت سے بہرہ ور تھے اور درس وتدریس اور تصنیف وتالیف ان کا اصل کام تھا۔ مولانا عبدالغفار حسن ۲۰۔ جولائی ۱۹۱۳ء کو پیدا ہوئے اور تحصیل علم کے بعد اپنے آبا واجداد کی طرح درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ تدین وصالحیت کی نعمت سے بھی اللہ نے ان کو نوازا تھا، تحریر ونگارش کا ذوق بھی عطا فرمایا تھا۔ انھوں نے تمام عمر اسی وادیٔ حسین کی سیاحت میں گزاری۔ اپنے پیچھے شاگردوں کی بھی بہت بڑی تعداد چھوڑی اور تصنیف وتالیف کا ذخیرہ بھی ورثے میں چھوڑا۔ اس عالم باعمل اور خادم قرآن وحدیث نے ۲۲۔ مارچ ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد میں وفات پائی۔

مولانا عبدالغفار حسن کی آل اولاد بھی اللہ کے فضل سے انہی کے نقش قدم پر چل رہی ہے۔ تدریس اور قلم دونوں سے ان کا رابطہ ہے۔ چناں چہ زیر نظر کتاب ''تفسیری نکات وافادات'' ان کے فرزند گرامی پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن کی کوشش سے معرضِ طباعت میں آئی۔ انھوں نے مولانا کے بہت مدت قبل کے مطبوعہ مضامین اور مسودات جمع کیے، انھیں ترتیب دیا اور چھپوا کر یہ عظیم الشان تحفہ کتابی صورت میں قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہ بہت محنت طلب کام تھا جو انھوں نے کیا۔ اس میں مندرج احادیث کی تخریج بھی بڑی خدمت تھی جو نوجوان اہل علم جناب کلیم حسین شاہ صاحب نے سرانجام دی۔

بہرحال یہ کتاب قرآنِ مجید کی بہت سی مختلف آیات اور اس کی متعدد سورتوں کی ایک مستقل اور خوب صورت تفسیر ہے جو اپنے انداز میں منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ کتاب کے شروع میں امام ابن قیم کے ضروری حالات بھی بیان کر دیے گئے ہیں اور مولانا عبدالغفار حسن کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔ قارئین

کو یہ تفسیر قرآن سے متعلق نئے مواد اور نئے نکات سے متعارف کرائے گی اور اس بنیادی موضوع پر ان کی معلومات میں اضافے کا باعث ہوگی۔

چہرے کا پردہ (واجب، مستحب یا بدعت)

نام مؤلف: حافظ محمد زبیر۔ ریسرچ ایسوسی ایٹ شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
ناشر: مکتبہ رحمۃ للعالمین۔ نذیر پارک۔ غازی روڈ۔ لاہور
ضخامت: ۲۱۰ صفحات
قیمت: ۱۵۰ روپے
تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

مستورات کے چہرے کا پردہ علماء میں مختلف فیہ رہا ہے۔ علماء کا ایک گروہ چہرہ کے پردے کو واجب قرار دیتا ہے جب کہ دوسرا گروہ اسے مستحب خیال کرتا ہے اور یہ بحث اس حد تک محدود ہے کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل ہے یا نہیں؟ جو عورت کے چہرے کے پردے کو مستحب خیال کرتے ہیں وہ چہرے کو کھلا رکھنے کے جواز کے قائل ہونے کے باوجود چہرے کو ڈھانپنا افضل سمجھتے ہیں۔ تاہم بعض متجد دین چہرے کے پردے کو بدعت قرار دینے کی طرف مائل نظر آتے ہیں اور ان کے استشہاد واستنباط کی زیادہ تر بنیاد چہرے کے پردے کو مستحب قرار دینے والوں کے ہی دلائل ہیں۔ ان حالات میں یہ ضروری ہوگیا تھا کہ چہرے کے پردے کو مستحب کہنے والوں کے دلائل کا بھرپور تجزیہ کیا جائے اور ان کے دلائل کا علمی انداز میں جائزہ لے کر ان کے دلائل کے ضعف وسقم کو آشکار کیا جائے۔

اس کام کا بیڑا جناب حافظ محمد زبیر صاحب نے اٹھایا اور چہرے کے پردے کے وجوب کو محکم دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کی بنیاد قرآن وحدیث، آثار صحابہ، تابعین، مذاہب اربعہ کی آراء اور امت کے تواتر عملی پر قائم کی ہے۔ اپنے اور غیروں کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دے کر ان کے فکر واستدلال کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

چہرے کے پردے کے وجوب کے موضوع پر یہ نہایت عمدہ کاوش ہے اور ہمیں یقین ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد اس بارے میں کسی قسم کے شکوک وشبہات باقی نہیں رہیں گے۔

مجاہدوں کا کھیل

سرِ آسماں برق پاروں سے کھیلیں فلک سے برستے شراروں سے کھیلیں
بہارِ چمن سے تو کھیلے ہو اکثر چلو چل کے اب خارزاروں سے کھیلیں
ہمارے ارادے ، ہمارے عزائم سرِ عرش چل کر ستاروں سے کھیلیں
اُٹھو ہمصفیرو! چلو سوئے منزل مجاہد ہیں ہم کارزاورں سے کھیلیں
اُٹھا کر ذرا تیغ آہن شکستہ عدو کے خدنگوں کی دھاروں سے کھیلیں
مسلماں کی قسمت ہے روزِ ازل سے چمن زارِ ہستی میں خاروں سے کھیلیں
پہاڑوں کو توڑیں ، چٹانوں کو روندیں میرے ہم وطن کوہساروں سے کھیلیں
رہِ حق میں گردن کٹا کر اے راسخ
چلو خلد میں اپنے یاروں سے کھیلیں

[راسخ عرفانی صاحب]